F 3-4/83

Ali Murad Mangio
SPE Kandiaro
Nawabshah

معاشرتی علوم

برائے

جماعتِ چہارم



ناشر:- **بلوچ پیپر اینڈ سٹیشنری مارٹ**

مسجد روڈ - کوئٹہ فون ۷۴۲۰۵

برائے بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ

1 نقشے درست کیے جائیں

2 تصاویر میں لگائی جائیں

3 کاربردگی میں [illegible] نہیں ہے

4 خبروں پیمانے وسائل کا کوئی ذکر نہیں ہے

متن کے تمام حصوں ~~[illegible]~~ انگریزی میں ہونے چاہییں

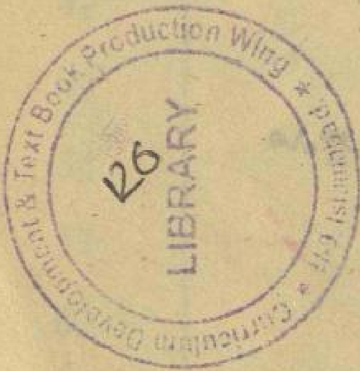
میں گندم کی پیداوار ڈالوں گا

Page
32
29
48
50

معاشرتی علوم

برائے جماعت چہارم





پبلشرز: بلوچ پیپر اینڈ سٹیشنری مارٹ

مسجد روڈ۔ کوئٹہ

برائے بلوچستان ٹیکسٹ بُک بورڈ۔ کوئٹہ

تیار کردہ بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ

منظور شدہ محکمہ تعلیم حکومت بلوچستان بطور واحد نصابی کتاب برائے مدارس

صوبہ بلوچستان مطابق نوٹیفکیشن نمبر ای۔ ۸۰۶۸/II - ای ۲۰۷/۱۲-۱۴ مورخہ ۲۹/۹/۸۵

قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ

مصنفین

۱۔ رشید الحق

۲۔ نجم الہدیٰ

۳۔ اظہر سعید خاں

مدیر:-

چوہدری محمد سلیم اختر

پبلشرز

بلوچ پیپر اینڈ سٹیشنری مارٹ

برائے۔ بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ

طابع: محمد جاوید حمید

مطبع: جاوید ریاض پرنٹرز، ٹیگن روڈ لاہور

فہرست

نقشہ پاکستان

صوبے اور قبائلی علاقے

شمال

روس

چین

گلگت

کشمیر

سرحد

مہمند

مالاکنڈ

خیبر

کرم

پشاور

اسلام آباد

شمالی وزیرستان

جنوبی وزیرستان

افغانستان

پنجاب

لاہور

مشرق

مغرب

بلوچستان

کوئٹہ

مری

بگٹی

ایران

سندھ

کراچی

بحیرۂ عرب

جنوب

ہند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

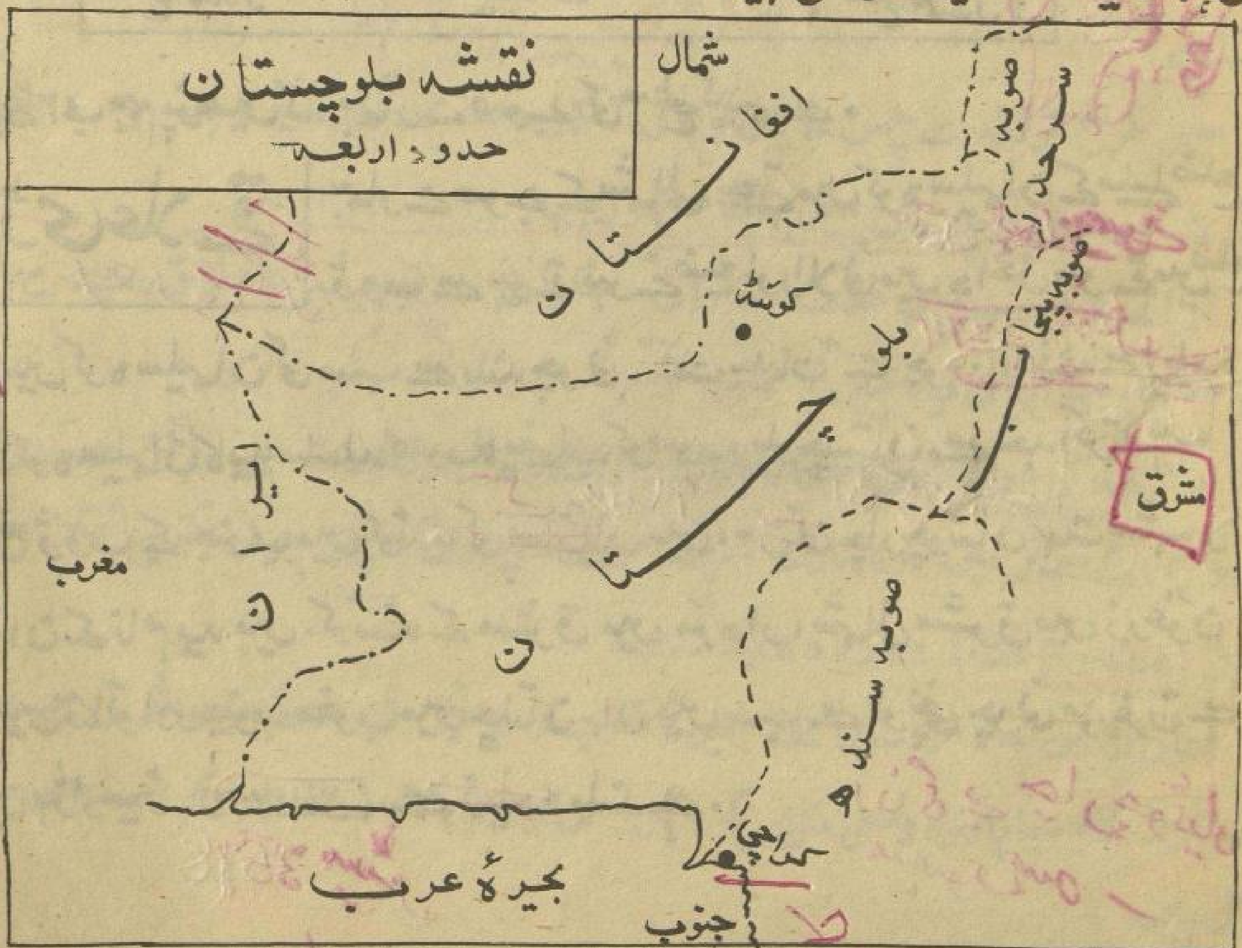
ہمارا صوبہ بلوچستان

محل وقوع اور سطح

ہمارے وطن پاکستان میں صوبہ بلوچستان ، صوبہ سندھ ، صوبہ پنجاب ، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور قبائلی علاقے شامل ہیں ۔

سامنے صفحے پر دیے گئے نقشے میں چاروں صوبے اور قبائلی علاقے دکھائے گئے ہیں

محل وقوع ہمارے صوبہ بلوچستان کے شمال میں شمال مغربی سرحدی صوبہ اور ہمسایہ ملک افغانستان واقع ہیں ۔ مشرق میں صوبہ پنجاب ، جنوب مشرق میں صوبہ سندھ ، جنوب میں بحیرۂ عرب اور مغرب میں ہمسایہ ملک ایران واقع ہیں ۔



سطحِ زمین

صوبہ بلوچستان کا زیادہ تر حصّہ ناہموار ہے۔ زمین کی سطح کئی قسم کی ہے میدان، سطحِ مرتفع اور پہاڑ۔ جب دور تک سطح ایک جیسی ہو اور ڈھلوان بہت کم ہو تو زمین کے ایسے بڑے حصّے کو میدان کہتے ہیں۔ زمین کے کچھ حصّے میدان کے مقابلے میں ذرا اُونچے ہوتے ہیں۔ انکی سطح بہت ہموار نہیں ہوتی، بلکہ کہیں اونچی ہوتی ہے اور کہیں نیچی۔ ایسے حصّے کو "سطحِ مرتفع" کہتے ہیں۔

پتھریلی اور بلند قسم کی سطحِ زمین کو پہاڑ کہتے ہیں۔ پہاڑ بہت اونچے اور تیز ڈھلانوں والے علاقے ہوتے ہیں۔ دو پہاڑوں کے درمیان نشیبی علاقہ "وادی" کہلاتا ہے۔



آیئے، اب ہم پڑھیں کہ ہمارے صوبے کی سطح کیسی ہے۔

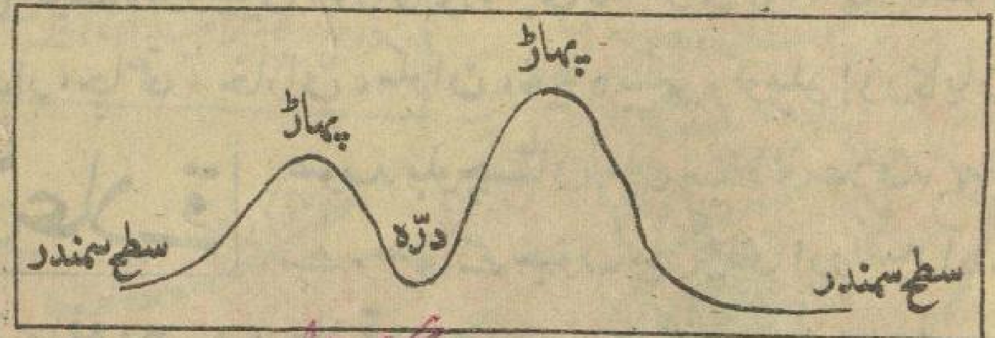
پہاڑی علاقے

ہمارے صوبے کے شمالی حصّے میں کوہِ سلیمان کے سلسلے ضلع ژوب سے ہوتے ہوئے ضلع لورالائی میں داخل ہوتے ہیں ضلع ژوب میں کوہ سلیمان کی سب سے بلند چوٹی "تختِ سلیمان" ہے جو ۱۱۱۰۰ فٹ سے زیادہ بلند ہے۔ کوہ سلیمان کا یہ سلسلہ صوبہ پنجاب کو صوبہ بلوچستان سے جُدا کرتا ہے۔

ضلع ژوب کے جنوب میں کوئٹہ کی پہاڑیاں ہیں، جن کی چار چوٹیاں بہت مشہور ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ کوئٹہ کے مشرق میں مَردار، شمال مشرق میں زرغون شمال میں تکاتو اور جنوب مغرب میں چلتان۔ ان میں سب سے اونچی چوٹی "زرغون" ہے جو تین ہزار میٹر (۱۱۷۳۴ فٹ) سے زیادہ بلند ہے۔

کوہ مُرداد کا سلسلہ کوئٹہ سے سبی تک چلا گیا ہے۔ ان پہاڑوں میں کہیں کہیں درّے بھی ہیں۔

دو پہاڑی سلسلوں کے درمیانی راستے کو "درّہ" کہتے ہیں۔ یہ درّے دراصل دریاؤں کی گذرگاہیں ہیں۔ یہ دریا لاکھوں سال سے یہاں بہہ رہے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنی گذرگاہیں گہری کرتے جا رہے ہیں۔ دریاؤں کے کنارے بھی ٹوٹ پھوٹ کر کم ڈھلان والے راستے بن گئے۔ انہی راستوں کو درّے کہتے ہیں۔



کوئٹہ سے سبی جاتے ہوئے درّہ بولان سے گذرنا ہوتا ہے۔ اس میں دریائے بولان بہتا ہے۔

اسی طرح کوئٹہ سے چمن جائیں تو درّہ "کھوجک" سے گذرنا پڑتا ہے۔ یہ دونوں درّے صوبہ بلوچستان میں بہت مشہور ہیں۔

کوئٹے کے جنوب میں قلات۔ خاران۔ مکران اور لسبیلہ کا علاقہ ہے۔ یہاں کی مشہور پہاڑیاں یہ ہیں۔

سلسلہ کوہ وسطی بروہی، جھالاوان کے شمال میں قلات میں واقع ہے۔ کوہ وسطی بروہی کے شمال میں "کوہ ماران" ہے اس کی سب سے اونچی چوٹی تقریباً تین ہزار میٹر (۱۰،۷۵۵ فٹ) سے زیادہ بلند ہے۔

خاران سے مکران کے راستے بحیرۂ عرب کو جائیں تو راستے میں شمال سے جنوب کی طرف کوہ سیاہ (کوہ وسطی مکران) کوہ بروہی وسطی کا سلسلہ اور کوہ ساحلی مکران آتے ہیں۔

کوئٹہ سے اگر مغرب کی طرف جائیں تو "چاغی کی پہاڑیاں" "کوہ سلطان" اور "راس کوہ" وغیرہ آتے ہیں۔

سطح مُرتفع

صوبہ بلوچستان عام طور پر اونچا نیچا پہاڑی علاقہ ہے۔ ایسے بلند اونچے نیچے علاقے کو سطح مرتفع کہتے ہیں۔

بلوچستان کی سطح مرتفع مندرجہ ذیل ہیں۔

سطح مرتفع کوئٹہ اور پشین، لورالائی، سبی کا مشرقی اور شمال مشرقی علاقہ، قلات، خضدار، چاغی، خاران، مکران، ڈیرہ بگٹی، کوہلو اور کاہان وغیرہ۔

میدانی علاقے

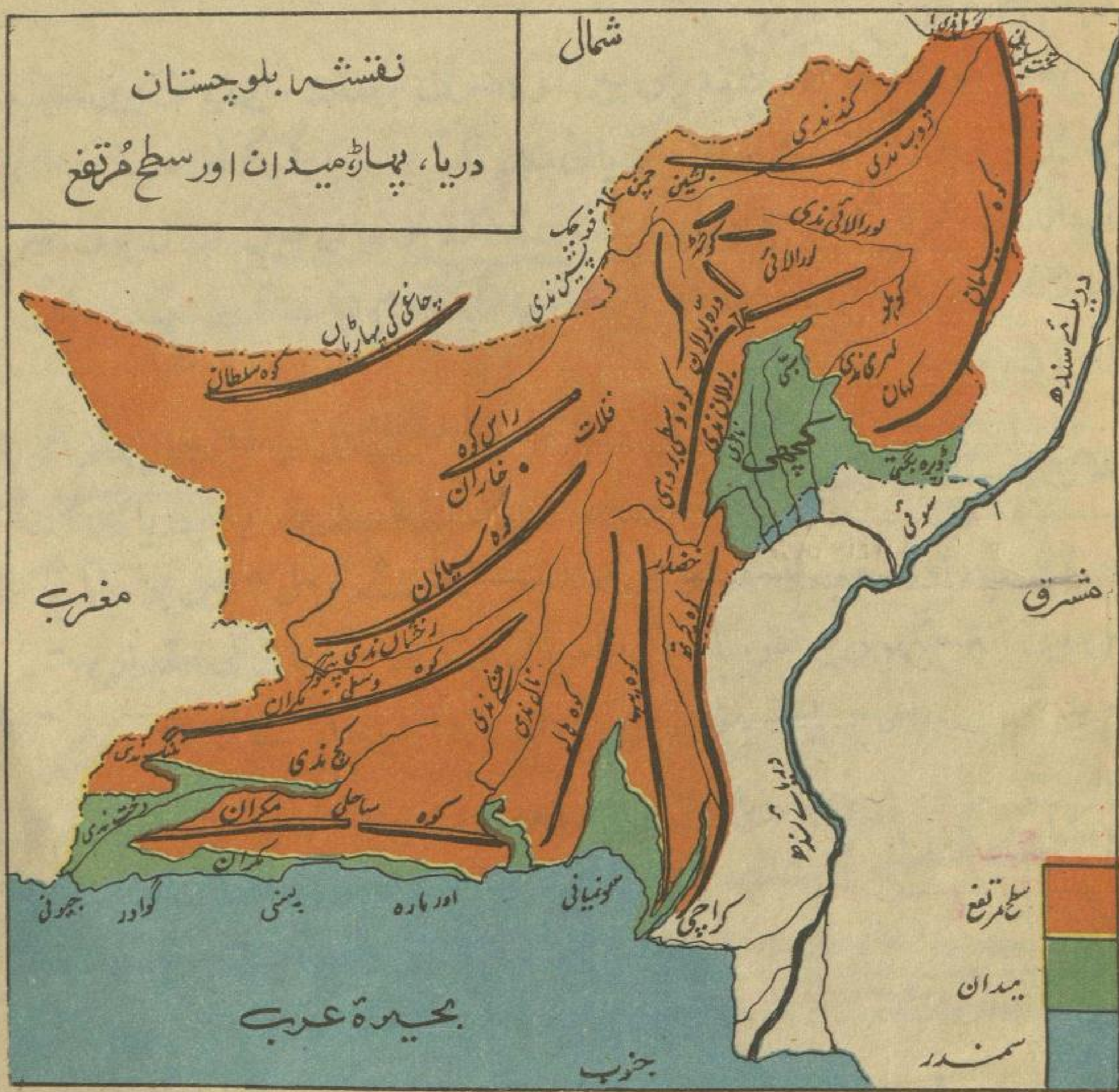
صوبہ بلوچستان میں میدانی علاقہ بہت کم ہے۔ سبی کے جنوب میں کچھی اور نصیر آباد کے میدانی علاقے واقع ہیں۔ یہ علاقے صوبہ سندھ کی سرحد سے مل جاتے ہیں۔

دوسرا میدانی علاقہ "بگٹی" کے جنوب میں ہے، جہاں "سوئی" کے مقام پر قدرتی گیس نکلتی ہے۔ یہاں سے صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب کو گیس مہیا کی جاتی ہے۔ یہ گیس نہ صرف گھروں میں استعمال ہوتی ہے، بلکہ اکثر کارخانے بھی اسی سے چلائے جاتے ہیں۔

تیسرا میدانی علاقہ مکران کا ساحلی علاقہ ہے، جو کہ کراچی کی سرحد سے ایرانی سرحد تک تقریباً ۶۴۰ کلومیٹر (۴۰۰ میل) ہے۔ مگر اس میدان کی چوڑائی بہت کم ہے۔ اس ساحل پر صوبہ بلوچستان کی چھوٹی پانچ بندرگاہیں واقع ہیں۔ اِن کے نام سون میانی، اور ماڑہ پسنی، گوادر اور جیونی ہیں۔

دریا۔ ندی۔ نالے

آپ نے تیسری جماعت میں اپنے ضلع کے دریاؤں اور ندی نالوں کے متعلق پڑھا ہے۔



نقشہ بلوچستان
دریا، پہاڑ میدان اور سطح مرتفع
شمال
مغرب
مشرق
جنوب
بحیرۂ عرب
سطح مرتفع
میدان
سمندر
کند ندی
ژوب ندی
نورالائی ندی
لورالائی
کوہ سلیمان
لہری ندی
کہان
بگٹی
کچھی
ڈیرہ بگٹی
سوئی
دریائے سندھ
پشین ندی
چاغی کی پہاڑیاں
کوہ سلطان
راس کوہ
خاران
قلات
کوہ سیاہان
رخشان ندی
کوہ مکران
کیچ ندی
ساحلی کوہ مکران
مولا ندی
خضدار
کراچی
سونمیانی
اورماڑہ
پسنی
گوادر
جیونی

آیئے اب آپ کو صوبہ بلوچستان کے دریا اور ندی نالوں کے متعلق بتائیں۔

صوبہ بلوچستان میں دریا تو بہت سے ہیں، مگر ان میں پانی بہت کم ہے۔ یہاں ایک بھی دریا ایسا نہیں، جو سارا سال بہتا ہو یا جس میں سال بھر پانی رہتا ہو۔

یہاں جو چھوٹی چھوٹی ندیاں ہیں، وہ صرف برسات میں بہتی ہیں۔ جب پہاڑوں پر برف پگھلتی ہے، تو ان میں پانی بہنے لگتا ہے اور کبھی کبھی سیلاب بھی آجاتا ہے۔ گرمی کے موسم میں یہ ندیاں خشک ہو جاتی ہیں۔ ان ندیوں سے جو نالے نکلتے ہیں ان سے اب تھوڑا بہت آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے۔ چند مشہور دریا یہ ہیں۔

دریائے ژوب

کوئٹہ کے شمال میں ضلع ژوب واقع ہے۔ یہاں کا مشہور دریا "دریائے ژوب" ہے۔ یہ دریا کوہ کند سے نکلتا ہے اور ژوب کی وادی سے بہتا ہوا "دریائے گومل" میں گر جاتا ہے اس میں اکثر جگہوں پر تقریباً سال بھر پانی بہتا ہے۔ مگر پانی کی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔ اس پر پشتے باندھ کر آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے۔

دریائے کندر

یہ دریا کاکڑ پہاڑ (۱۰۱۷۲ فٹ) سے نکل کر شمال مشرق کی طرف بہتا ہے۔ اور کچھ فاصلے تک بلوچستان اور افغانستان کی سرحد بنانے کے بعد دریائے گومل سے مل جاتا ہے۔ کندر ایک چھوٹا دریا ہے۔ جو کچھ فاصلے تک بلوچستان اور افغانستان کی سرحدوں پر بہنے کے بعد افغانستان میں داخل ہو جاتا ہے۔

دریائے لورالائی

اس میں بہت سے پہاڑی نالے آکر گرتے ہیں۔ جن جن علاقوں میں سے یہ دریا بہتا ہے، ان علاقوں میں اس کا نام بھی بدل جاتا ہے۔

دریائے ناڑی

یہ بورالائی کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے۔ جب یہ "مری" کے علاقہ میں داخل ہوتا ہے تو اسے "بیجی" کہتے ہیں۔ بابر کچھ کے قریب پہنچ کو اسے ناڑی کا نام دیا جاتا ہے۔ سبّی کے قریب اس دریا پر ایک بڑا بند بنایا گیا ہے۔ وہاں اس کے پانی کو جمع کر کے ایک نہر نکالی گئی ہے، جو سبّی کے قریب زمینوں کو سیراب کرتی ہے۔ اسے "ناڑی گیج" بھی کہتے ہیں۔

دریائے ناڑی ضلع کچھی کو بھی سیراب کرتا ہے۔ آگے چل کر یہ دریائے بولان کے ساتھ مل جاتا ہے۔

دریائے بولان

یہ دریا شمال مغربی پہاڑوں سے نکلتا ہے اور درّہ بولان میں بہتا ہوا ڈھاڈر کے نزدیک ضلع کچھی کے میدان میں داخل ہوتا ہے۔ اس سے ضلع کچھی کا کافی علاقہ سیراب ہوتا ہے۔ اس پر ایک بند اللہ یار کے مقام پر بنایا گیا ہے۔ جس سے ضلع کچھی کے مزید علاقے سیراب ہوتے ہیں۔

دریائے مولا

یہ دریا ضلع خضدار کے مشرقی پہاڑوں سے نکلتا ہے اور گنداوہ تحصیل کے مغرب میں ضلع کچھی میں داخل ہوتا ہے اور شادی ہڈ کے مشرق میں چھوٹے چھوٹے نالوں میں بٹ جاتا ہے

دریائے لہڑی

یہ دریا ضلع مری بگٹی کے مغربی پہاڑوں سے نکلتا ہے اور لہڑی کے علاقے کو سیراب کرتا ہے۔

دریائے حب

یہ دریا ضلع لسبیلہ میں شمال سے جنوب کی طرف بہتا ہے اور بحیرۂ عرب میں جا گرتا ہے۔ اس سے آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے۔ اب اس پر ایک بند بھی بنایا جا رہا ہے۔ جس سے کافی زمین سیراب ہوگی۔

دریائے ہنگول اور اس کے معاون دریائے نال اور دریائے شکائی رشکے

یہ مکران کے علاقے میں ہیں اور بہتے ہوئے بحیرۂ عرب میں جا گرتے ہیں۔ یہ پہاڑی دریا ہیں۔ جب پہاڑوں پر بارش ہوتی ہے تو ان میں پانی بہتا ہے۔

دریائے دشت

یہ دریا بھی مکران میں بہتا ہے۔ یہ دریا کافی لمبا ہے اور اس کے کنارے دریا کی سطح سے کافی اونچے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو یہ دشت کے علاقے کو سیراب کرتا ہے۔ اس دریا سے چھوٹی چھوٹی نہریں بھی نکالی گئی ہیں جن سے کھجوروں کے باغات کو سیراب کیا جاتا ہے۔

دریائے رخشاں

یہ دریا بہت سے پہاڑی نالوں سے مل کر بنا ہے اور پنجگور کے علاقے کو سیراب کرتا ہے۔ پنجگور کی کھجوریں بہت مشہور ہیں۔ اس علاقے کی کھجور کا نام "موزواتی" ہے۔ اسے شیرے والی کھجور بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت لذیذ ہوتی ہے۔

دریائے کیچ کور

یہ دریا مکران میں بہتا ہے۔ اس کا ایک معاون، دریائے نہنگ ہے، جو ایران سے نکل کر پاکستان میں داخل ہو جاتا ہے اور ناصر آباد کے قریب دریائے کیچ میں مل جاتا ہے پھر ان کا نام دریائے دشت ہو جاتا ہے۔

تاریخ صوبہ بلوچستان

اس صوبے میں بلوچوں کی کثیر تعداد آباد ہے اس لیے اسے بلوچستان کہتے ہیں۔ بلوچ قدیم زمانے میں ہمارے ہمسایہ ملک ایران کی سرحدوں سے آکر یہاں آباد ہو گئے تھے۔

صوبہ بلوچستان پر پہلے باہر کے لوگ حکمران رہے لیکن آہستہ آہستہ یہاں کے لوگ اس کے بڑے حصے پر قابض ہو گئے۔ اب سے تقریباً دو سو سال پہلے خان نصیر خان اس زمانے کا مشہور حکمران تھا۔ بلوچستان کے کچھ حصّے پر احمد شاہ ابدالی کا اثر تھا۔ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان میں مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت اور مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے متعلق سنا تو اس نے ہندوستان پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ خان نصیر خان نے احمد شاہ ابدالی کی اس آواز پر لبیک کہا اور ایک بڑی فوج اس کی مدد کے لیے روانہ کی۔ احمد شاہ ابدالی نے اس فوج کی مدد سے ہندوستان میں مرہٹوں کو شکست فاش دی، ایک اور لڑائی میں جو احمد شاہ ابدالی نے ایران کے ساتھ لڑی تھی، خان نصیر خان نے اپنی فوج بھیج کر احمد شاہ ابدالی کی مدد کی تھی۔ اس لڑائی میں بھی احمد شاہ ابدالی کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

خان نصیر خان کی اس مدد سے خوش ہو کر احمد شاہ ابدالی نے کوئٹہ کو شال کے طور پر خان نصیر خان کی والدہ محترمہ کو دے دیا۔ جو شال کوٹ کہلایا اور آہستہ آہستہ وقت گذرنے کے ساتھ کوئٹہ بن گیا۔ پھر کوئٹہ انگریزوں کے قبضے میں آ گیا۔

برصغیر پاک و ہند میں جب پاکستان بنانے کے لیے جدوجہد شروع ہوئی تو بلوچستان کے عوام اور طلبہ نے اس تحریک میں بھرپور حصّہ لیا اور قرارداد پاکستان کی حمایت کی آخرکار ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر پاک و ہند کے

مسلمانوں کی متحدہ کوشش سے پاکستان قائم ہوگیا۔ اور بلوچستان بھی پاکستان کا ایک حصّہ بن گیا۔

پاکستان بننے سے پیشتر انگریزوں نے اس علاقے کی ترقّی کے لیے کچھ بھی نہ کیا۔ حالانکہ بلوچستان میں ترقّی کرنے کے لیے ہر طرح کے ذرائع اور وسائل موجود تھے۔

انگریزوں کے دور میں بھی اگرچہ معدنیات ہمارے صوبے میں موجود تھیں مگر انگریزوں نے ان کی دریافت کی طرف توجہ نہ دی۔ پاکستان قائم ہونے کے بعد حکومت نے اس طرف خاصی توجہ دی۔ جس کی بدولت صوبے میں کافی معدنیات دریافت ہوئی ہیں۔ ان میں سوئی گیس، کوئلہ، کروم، سنگِ مَرمَر، تانبا، جپسم، چونے کا پتھر بہت اہم ہیں۔ ان سے نہ صرف ہمارے صوبے ہی کو فائدہ پہنچا ہے، بلکہ ان کی دریافت سے پورے ملک کی ترقّی میں مدد ملی ہے اور ہزاروں آدمیوں کو روزگار بھی مہیّا ہو گیا ہے۔

پاکستان بننے کے بعد بلوچستان کی ترقّی

پاکستان بننے کے بعد بلوچستان میں ترقّی کا آغاز ہوا. ذرائع اور وسائل کی طرف توجہ دی جانے لگی۔ پاکستان قائم ہونے سے پہلے صوبے میں آمد ورفت کے ذریعے بہت کم تھے بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے. بہت کم سڑکیں پکّی تھیں اس لیے موٹریں اور بسیں بھی نہیں تھیں. یہ محسوس کیا گیا کہ سڑکیں تعمیر کی جائیں تاکہ آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہو. نقل وحمل آسانی سے ہو سکے. تمام صوبے میں سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا. اب کافی سڑکیں پختہ ہو چکی ہیں. پکّی سڑکوں کی دیکھ بھال اچھی طرح کی جاتی ہے، تاکہ سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں تکلیف نہ ہو اور ترقّی کے کاموں میں آسانی ہو.

ذرائع آبپاشی

قیام پاکستان کے وقت بیشتر علاقہ غیر آباد پڑا ہوا تھا. ذرائع آبپاشی کی طرف توجہ دی گئی. بہت سی نئی کاریزیں کھودی گئیں. پرانی کاریزوں کی مرمت کی گئی. نئے کنوئیں کھودے گئے. بہت سے بند تعمیر کیے گئے. بجلی آجانے کے بعد مختلف علاقوں میں بجلی سے چلنے والے ٹیوب ویل لگائے گئے. جس کی وجہ سے غیر آباد علاقے آباد ہو گئے اور فصلیں زیادہ ہونے لگیں. اکثر جگہوں پر باغات لگائے گئے اس طرح اس صوبے میں آمدنی کے ذرائع بڑھ گئے. پھلوں کی پیداوار بہت زیادہ ہونے لگی. کچھی اور نصیر آباد کے علاقوں میں گدو بیراج سے نکالی جانے والی پٹ فیڈر نہر سے سینکڑوں ایکڑ علاقہ زیر کاشت آ گیا اور بہت سی فصلیں پیدا ہونے لگیں.

بلوچستان کی تاریخ میں یہ بہت اہم دور ہے۔ ہر طرف اور ہر شعبۂ زندگی میں ترقّی کی رفتار تیز ہوگئی ہے۔ پاکستان نے تیس برس میں بلوچستان کو بہت ترقّی بخش دی ہے۔ روز بروز صوبے کے لوگوں کی حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری حکومت پوری کوشش کر رہی ہے کہ ہمارے علاقے کا شمار بھی دنیا کے ترقّی یافتہ علاقوں میں ہونے لگے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کام میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔

اور ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی بلوچستان کی ترقی کے لئے دن رات کام کریں

متن کے تمام حصے انگریزی میں ہونے چاہئیں

آبادی اور پیشے

آپ نے تیسری جماعت میں پڑھا ہے کہ مردم شماری آدمیوں کی گنتی کو کہتے ہیں۔ ہر دس سال کے بعد ملک میں رہنے والے انسانوں کی گنتی ہوتی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کتنے لوگ ملک میں رہتے ہیں اور کس عمر کے کتنے لوگ ہیں۔ یعنی بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں اور مرد کتنے ہیں، کتنے پڑھے لکھے ہیں اور ان کا پیشہ کیا ہے۔

ہمارے صوبہ بلوچستان کا کل رقبہ ۳،۴۷،۰۰۰ مربع کلو میٹر ہے اور ۸۱-۱۹۸۰ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں کی آبادی ۴۳،۰۵،۰۰۰ (تینتالیس لاکھ پانچ ہزار) ہے۔

۱۹۷۲ء میں بلوچستان میں صرف دس ضلعے تھے، اب سولہ ضلعے ہیں۔ بلوچستان کا ایک بہت گنجان آباد ضلع "کوئٹہ" ہے۔ اس ضلع کی آبادی ۳،۸۰،۰۰۰ (تین لاکھ اسّی ہزار) ہے۔

مردم شماری کے اصول کے مطابق پندرہ سال سے کم عمر والوں کو "بچہ" کہتے ہیں۔ پندرہ سال سے ساٹھ سال کی عمر والے "جوان" اور ساٹھ سال سے زیادہ عمر والے لوگوں کو بوڑھوں میں گنا جاتا ہے۔ ملک میں کام کرنے والے جوان لوگ ہوتے ہیں۔ وہی اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں اور گھر کے بڑے بوڑھوں کی ذمّہ داری اٹھاتے ہیں۔ اسی لیے صوبے کی ترقی میں بچوں اور بوڑھوں کے مقابلے میں کام کرنے والے جوان لوگوں کا زیادہ حصّہ ہوتا ہے۔

آبادی بلحاظ خواندگی

خواندہ یعنی پڑھا لکھا شخص ایک ناخواندہ یعنی ان پڑھ کی نسبت زیادہ بہتر طریقے سے کام انجام دے سکتا ہے۔ پڑھنا لکھنا آتا ہو تو انسان کتابوں سے نئی نئی باتیں سیکھ سکتا ہے۔

بیجوں کی قسمیں اور فصل اُگانے کے بہتر طریقوں کو جان سکتا ہے اور اپنے کام سے متعلق ہر طرح کی خط و کتابت کر سکتا ہے۔ مگر ان پڑھ آدمی ان باتوں کے لیے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے وہ اپنا کام اتنے بہتر طریقے سے نہیں کر سکتا جتنا ایک پڑھا لکھا کر سکتا ہے، لہٰذا مردم شماری کے وقت آبادی میں خواندہ لوگوں کی گنتی بھی کی جاتی ہے۔ پاکستان میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ مردم شماری کے اندازے کے مطابق پاکستان کی آبادی میں ۱۰۰ (سو) میں سے صرف پندرہ آدمی پڑھے لکھے ہیں اور باقی ۸۵ لوگ ان پڑھ ہیں۔ بلوچستان میں پڑھے لکھے لوگ اس سے بھی کم ہیں، اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ تعلیم کی طرف توجہ دینی چاہیئے کیونکہ جب تک تعلیم عام نہیں ہوگی ہمارا صوبہ پوری طرح ترقی نہیں کر سکے گا۔

آبادی بلحاظ پیشہ

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر شخص ہر کام نہیں کر سکتا۔ کسان زمین کاشت کرتے ہیں اور فصلیں اُگاتے ہیں۔ انجینئر اور ملوں کے مزدور روزانہ استعمال کی دوسری چیزیں تیار کرتے ہیں۔ اسی طرح استاد محنت سے ہمیں تعلیم دیتے ہیں اور ڈاکٹر بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ یہ سب ان کے پیشے ہیں۔ ملک کی ترقی کے لیے ہر قسم کا کام کرنے والے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہمیں ہر پیشے کے لوگوں کی تعداد معلوم ہو جائے تو جس پیشے کے لوگ کم ہوں، ضرورت کے مطابق مزید لوگوں کو اس پیشے کا شوق دلایا جا سکتا ہے اور ان کی تربیت کرنے والوں کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں اپنے صوبے کی ترقی کے لیے بہت سی قسم کے کام کرنے والوں کی بہت ضرورت ہے۔

چرواہے، کاشت کار اور کان کَن

چرواہے مویشی پالتے ہیں۔ مویشیوں سے ہمیں دودھ، گھی، مکھن ملتا ہے۔ بھیڑوں اور بکریوں کی اون گرم کپڑے بنانے کے کام آتی ہے اور بعض جانوروں کے چمڑے سے جُوتے اور دوسرا سامان بنتا ہے۔ کچھ جانوروں سے باربرداری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ بعض جانوروں کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔

کاشت کار فصلیں اگاتے ہیں اور غلّہ پیدا کرتے ہیں، جس سے ہمیں خوراک حاصل ہوتی ہے۔ کسان اگر محنت نہ کریں تو ہمارے ہاں خوراک کی کمی ہو جائے اور لاکھوں روپے کا غلہ باہر کے ملکوں سے منگوانا پڑے۔ کاشت کار ہماری آبادی کا ایک اہم حصّہ ہیں۔ ان کی محنت سے سب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

کان کن

کان کَن کانیں کھود کر زمین کے نیچے چھپے ہوئے خزانے نکالتے ہیں، جیسے لوہا، تانبا، کوئلہ اور نمک وغیرہ۔ ان چیزوں سے ملک کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ بعض چیزیں ملک کے اندر ہی استعمال ہو جاتی ہیں۔ بعض چیزیں ملک کے باہر بھیج دیتے ہیں اور روپیہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے ملک کی ترقی پر خرچ کرتے ہیں اس سے ہمارے صوبے کو بھی بہت فائدہ ہوتا ہے۔

دست کار اور انجینئر

بڑھئی، لوہار، کمہار اور جولاہے وغیرہ ہماری ضرورت کے سامان تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے کارخانوں میں بھی ہماری ضرورت کی چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ ان کارخانوں میں زیادہ کام مشینوں کے ذریعے ہوتا ہے۔

ان مشینوں پر کاریگر انجینئروں کی نگرانی میں کام کرتے ہیں. کارخانوں کو چلانے کے لیے مزدور بھی دن رات محنت کرتے ہیں. اور اس طرح ہمیں ہر چیز آسانی سے مل جاتی ہے. اگر دست کار اور انجینئر نہ ہوں تو ملک میں مشینی چیزوں کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی. ملک کی ترقی میں ان کا کردار بہت اہمیت رکھتا ہے.

عوام کو دوسری سہولتیں پہنچانے والے لوگ

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو باقی کارکنوں کی بہتری کے لیے کام کرتے ہیں، مثلاً استاد، ڈاکٹر، نرس، وکیل، تاجر، بنک کار دفتری ملازم، سپاہی اور فوجی وغیرہ. استاد ہمیں لکھنا پڑھنا سکھاتے ہیں. ڈاکٹر اور نرسیں ہماری صحت کا خیال رکھتے ہیں اور بیماریوں کا علاج کرتے ہیں. پولیس والے ہمیں چور اُچکوں سے بچاتے ہیں اور فوج کے سپاہی ملک کی حفاظت کرتے ہیں.

تاجر سامان کا لین دین کرتے ہیں. دیہات سے زرعی پیداوار شہروں میں لاتے ہیں اور شہروں میں تیار ہونے والا سامان دیہات میں لا کر بیچتے ہیں. جو چیزیں ہمارے صوبے میں نہیں ہوتیں وہ دوسرے صوبوں سے لا کر بازار میں فروخت کرتے ہیں اور اس طرح ہر چیز ہمیں آسانی سے مل جاتی ہے. بینکوں میں کام کرنے والے بچت کا پیسہ اکٹھا کرتے ہیں اور مختلف ضرورتوں کے لیے قرضے دیتے ہیں.

دفتری ملازم الگ الگ محکموں کے دفتروں میں کام کرتے اور اپنا اپنا فرض انجام دیتے ہیں اور صوبے کا سرکاری کام چلاتے ہیں. ہماری خوشحالی کا انحصار محنت اور آپس کے لین دین اور ہر شخص کا اپنا اپنا کام اچھی طرح اور

دیانتداری سے کرنے پر ہے۔ کسان ہو یا مزدور، تاجر ہو یا ڈاکٹر، ہر کسی کو اپنی محنت کا پھل ملتا ہے۔ اس طرح ہم اپنی محنت سے اپنے ملک کے قدرتی وسائل کو زیادہ بہتر طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں اور لوگوں کی زندگی بہتر بنانے میں حصّہ لے سکتے ہیں۔

ہماری آبادی میں زیادہ لوگوں کا پیشہ زراعت ہے۔ ایک سو لوگوں میں تقریباً اسّی کھیتی باڑی کرتے ہیں یا مویشی پالتے اور گلّہ بانی کا کام کرتے ہیں یا مزدوری کرتے ہیں۔ باقی بیس فیصد عام طور سے شہروں میں رہتے ہیں۔ ان میں کاریگر، انجنیئر، استاد، ڈاکٹر، نرسیں اور تاجر وغیرہ ہیں۔ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کی تعداد بڑھائی جائے۔

عورتیں عام طور سے گھریلو کام کرتی ہیں۔ مگر کچھ ایسی بھی ہیں جو اپنے ہاتھ سے چیزیں بناتی ہیں، کپڑوں پر سوت، ریشم اور شیشے کا کام کرتی ہیں جو بلوچی کشیدہ کاری کہلاتی ہے۔ چند عورتیں اونی قالین، دریاں اور نمدے وغیرہ بنانے کا کام بھی کرتی ہیں۔ کچھ عورتیں کھیتوں میں اپنے مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔

آب وہوا

ہمارے صوبہ بلوچستان میں دو اہم موسم ہوتے ہیں، موسم سرما اور موسم گرما. پاکستان میں گرمیوں کا موسم اپریل سے ستمبر تک ہوتا ہے اور اکتوبر سے مارچ تک سردی کا موسم ہوتا ہے. مگر صوبہ بلوچستان میں ایسا نہیں ہوتا. یہاں کا موسم دوسرے صوبوں سے مختلف ہے.

بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں سردی کا موسم ستمبر سے شروع ہو جاتا ہے مگر میدانی علاقے میں اکتوبر تک گرمی پڑتی ہے. جیسے سبّی، ڈھاڈر، بیل پٹ، نصیرآباد وغیرہ کا میدانی علاقہ اکتوبر تک بہت گرم رہتا ہے. یہی حال ضلع کچھی اور بگٹی کے علاقے کا ہے. مکران اور خاران بھی گرم علاقے ہیں.

موسم سرما

ضلع ژوب، لورالائی، کوئٹہ، پشین، قلات، خضدار اور پنجگور کے علاقوں میں سردی بہت پڑتی ہے. سب سے زیادہ سردی ضلع کوئٹہ، پشین، ژوب اور ضلع سبّی میں زیارت کی وادی میں پڑتی ہے. یوں سمجھیے کہ شمالی علاقے میں سردی بہت زیادہ پڑتی ہے. دسمبر اور جنوری میں کوئٹہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں درجہ حرارت منفی ۱۵ سنٹی گریڈ تک گر جاتا ہے اور شدید سردی پڑتی ہے. کبھی کبھی برف باری اتنی ہوتی ہے کہ راستے بند ہو جاتے ہیں. انسان اور جانور بھی محفوظ نہیں رہتے. زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت بھی نقطۂ انجماد سے کم رہتا ہے. اسی وجہ سے ان علاقوں میں موسم سرما میں لکڑی اور کوئلے کی مانگ بہت بڑھ جاتی ہے

کوئلہ یا لکڑی جلائے بغیر گذارہ نہیں ہوتا۔ ان کے بغیر گھروں میں بیٹھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ غریب لوگوں کو جو کوئلہ یا لکڑی نہیں خرید سکتے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ دن کے وقت سردیوں میں دھوپ بہت تیز نکلتی ہے۔ کبھی کبھی بادل بھی آجاتے ہیں۔ ہوا اس قدر تیز چلتی ہے کہ دھوپ سینکنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ تیز ہوا اور سردی سے بچنے کے لیے گھروں میں دھوپ کے رُخ پر شیشے کے کمرے بنائے جاتے ہیں، جہاں سردیوں میں لوگ بیٹھتے اور گرم رہتے ہیں۔

کوئٹہ، پشین، قلات، لورالائی اور ژوب کے علاقوں میں ایک ہوا چلتی ہے۔ جسے قندھاری ہوا کہتے ہیں۔ یہ بہت ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ جانوروں کے لیے ہی نہیں بلکہ نباتات کے لیے بھی بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔

سردی کے موسم میں درجہ حرارت عام طور پر شمال سے جنوب کی طرف کم ہوتا جاتا ہے، میدانی علاقوں میں جو بلوچستان کے جنوب مشرق میں واقع ہیں، بہت معمولی سردی پڑتی ہے نہ آگ جلا کر تاپنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ موٹے موٹے لحاف اوڑھنے کی۔ ایک کمبل یا ہلکی رضائی سے گذارا ہو جاتا ہے۔

سخت سردی کی وجہ سے بلوچستان کے سرد علاقوں کے اسکول اور کالج سردیوں میں بند ہو جاتے ہیں اور گرمیوں میں کھلے رہتے ہیں۔ بلوچستان میں عام طور سے بارش بھی سردیوں میں ہوتی ہے۔ شمالی علاقوں میں زیادہ اور جنوبی علاقوں میں بہت کم۔ سب سے زیادہ بارش ضلع ژوب میں ہوتی ہے۔

موسم سرما میں صوبہ بلوچستان کے سرد علاقوں میں تقریباً تمام کام بند ہو جاتے ہیں۔ مکانوں کی تعمیر اور سڑکیں وغیرہ بنانے کا کام بھی نہیں ہو سکتا۔ ہر وہ کام جو گھر سے باہر ہوتا ہے تقریباً بند کر دیا جاتا ہے۔ البتہ کچھ کارخانے چلتے رہتے ہیں، مگر عام طور سے زندگی سست ہو جاتی ہے۔

شدید سردی کی وجہ سے گھاس ختم جاتی ہے اور پودے مر جاتے ہیں. بڑے بڑے درختوں پر پتے نام کو نہیں رہتے ۔ سبزہ کہیں دکھائی نہیں دیتا. جانوروں کے لیے چارا بھی نہیں ملتا ۔ اِس لیے اکثر لوگ میدانی علاقوں کی طرف چلے جاتے ہیں. کیونکہ وہ سردی میں یہاں گذارا نہیں کر سکتے. وہاں معمولی کپڑوں میں گذارا ہو سکتا ہے.

موسم گرما

پہاڑی علاقوں میں گرمی کا موسم مئی کے بعد شروع ہوتا ہے مارچ، اپریل کے مہینے موسم بہار کے مہینے ہوتے ہیں. دسمبر جنوری اور فروری کی سخت سردی کے بعد مارچ میں درختوں میں زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں. درختوں میں کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں، پھول بھی نکل آتے ہیں. ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز پر بہار آ گئی ہے. موسم سرما کی تعطیلات کے بعد اسکول اور کالج بھی مارچ میں کھلتے ہیں. چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ ہو جاتا ہے. میدانی علاقوں میں فروری سے گرمی شروع ہو جاتی ہے اور اپریل تک کافی گرمی پڑنے لگتی ہے. مئی، جون، جولائی اور اگست میں تو میدانی علاقے بہت گرم ہو جاتے ہیں، لُو چلنے لگتی ہے. جولائی اور اگست کے مہینوں میں ہوا بند ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے جبس ہو جاتا ہے.

پہاڑی علاقے میدانی علاقوں کے مقابلے میں ٹھنڈے ہوتے ہیں. اسی لیے بعض لوگ تفریح کے واسطے کچھ کاروبار کے لیے اور کچھ اپنے مولیشیوں کے لیے چراگاہوں کی تلاش میں پہاڑی علاقوں میں آجاتے ہیں. ان دنوں کوئٹہ کی رونق بہت بڑھ جاتی ہے.

گرمی کا موسم عام طور سے خشک رہتا ہے. بارش نہیں ہوتی کبھی کبھی بوندا باندی ہو جاتی ہے. مگر یہی موسم صوبہ بلوچستان کے پھلوں کا موسم ہے. یہ بھی عجیب

بات ہے کہ اگر گرمی میں بارش زیادہ ہو جائے تو پھلوں کی فصل خراب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو خشک رکھ کر پھلوں کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ یہاں کے زمیندار اور کاشتکار پھلوں سے کافی دولت کماتے ہیں۔ گرمی کا موسم جس میں پھلوں کی کثرت ہوتی ہے، بہت خوشگوار ہوتا ہے۔ یہاں گرم علاقے کے پھل نہیں ہوتے، جیسے آم، امرود، پپیتا، کیلا وغیرہ۔ بلکہ یہاں سرد و خشک آب و ہوا کے پھل ہوتے ہیں۔ جیسے خوبانی، آلوچے، آڑو، چیری سیب، انگور وغیرہ۔ گرمیوں کے موسم میں ضلع لورالائی اور ضلع ژوب میں باقی علاقوں سے زیادہ بارش ہوتی ہے۔

جنگلات اور چراگاہیں

جنگل کا جب ذکر آتا ہے تو ہمارے ذہن میں گھنے اور لمبے لمبے درختوں کا خیال آتا ہے۔ پاکستان میں ایسے جنگلات شمالی علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ مگر بلوچستان میں اس قسم کے جنگلات نہیں ہیں۔ بارش کی کمی اس کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ جہاں بارش زیادہ ہوتی ہے وہاں خود رو پودے اور درخت پائے جاتے ہیں اور یہی جنگل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

بلوچستان میں کوئی قابل ذکر جنگل نہیں ہے۔ صرف زیارت کی وادی میں ایک چھوٹا سا ماجو کا جنگل ہے، جس کی لکڑی نرم ہوتی ہے اور پنسل بنانے کے کام آتی ہے۔

جنگلات کے بہت سے فائدے ہیں۔ اول تو ان سے زمین کی حفاظت ہوتی ہے جہاں کہیں بھی جڑی بوٹیاں، گھاس اور درخت ہوتے ہیں۔ وہاں ان پودوں کی جڑیں مٹی کو پکڑے رکھتی ہیں، نہ ہوا سے اڑنے دیتی ہیں نہ پانی سے بہنے دیتی ہیں جس طرح مستونگ کے قریب ریتلے علاقوں میں جھاؤ (گز) کے پودے لگائے گئے ہیں، تاکہ ریت ہوا سے اڑ کر پھیلنے نہ پائے اور کاشت کی زمینوں کو خراب نہ کرے۔ جب تک یہ پودے نہیں اگائے گئے تھے، ریت سے راستہ بھی بند ہو جاتا تھا۔

جنگلات سے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ جلانے کی لکڑی، عمارتی لکڑی، دیاسلائی پسلیں اور کاغذ بنانے کے لیے لکڑی حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ دواؤں کے لیے جڑی بوٹیاں بھی ملتی ہیں۔ جنگلات بارش لانے میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

ہمارے صوبے میں معمولی قسم کے جنگلات شمالی علاقے ژوب، لورالائی اور زیارت میں ہیں یہاں جونیپر (صنوبر) کے درخت، جنگلی زیتون، شہتوت اور کچھ جڑی بوٹیاں ملتی ہیں۔ قلات کے کچھ علاقے میں کالا زیرہ اور مکران اور خاران کے علاقوں

میں کھجوروں کے درخت پائے جاتے ہیں. بلوچستان کی اہم پیداوار ایفیڈرا ہے. جس سے ایفیڈرین بنتی ہے. جس کا کارخانہ کوئٹہ میں ہے. یہ دوائیں بنانے کے کام آتی ہے.

ضلع خاران میں ایک خشک جھیل ہے، جسے ہامون ماش خیل کہتے ہیں. یہاں کھجور کے جنگل پائے جاتے ہیں.

ہمارے ملک میں لوگ درختوں کی قدر نہیں کرتے، جب موقع ملتا ہے کاٹ ڈالتے ہیں. دوسرے ملکوں میں جنگلات کی حفاظت کی جاتی ہے. جتنے درخت ضرورت کے لیے کاٹتے ہیں اتنے ہی اور لگا دیے جاتے ہیں. تاکہ جنگلات ختم نہ ہو جائیں. ہم سب کو چاہیے کہ درختوں کی حفاظت کریں اور نئے درخت لگاتے رہیں. تاکہ آئندہ نسلیں ان سے فائدہ اٹھائیں، جس طرح اپنے بزرگوں کے لگائے ہوئے درختوں اور پودوں سے ہم فائدہ اٹھا رہے ہیں. ہر سال دو مرتبہ درخت لگانے کے لیے شجرکاری کا ہفتہ منایا جاتا ہے. ہمیں چاہیے کہ ہم اس میں حصّہ لیں اور خوب درخت لگائیں.

ہمارے صوبے میں چراگاہوں کی زیادہ کمی نہیں ہے. اس لیے بھیڑیں اور بکریاں پہاڑی ڈھلوانوں پر اور وادیوں میں چرتی نظر آتی ہیں. وہاں خشک یا تازہ بوٹیوں کی کمی نہیں. البتہ سردیوں کے موسم میں اور خاص کر جب برف پڑتی ہے تو چارے کی بہت کمی ہو جاتی ہے. مویشیوں کے لیے چارہ میدانی علاقوں اور صوبہ سندھ یا صوبہ پنجاب سے منگواتے ہیں اور اسے سردیوں کے لیے جمع کر لیتے ہیں. بعض کاشتکار اپنے جانوروں کی ضرورت کے مطابق چارا خود بھی کاشت کر لیتے ہیں. مویشیوں کے لیے چارے کی کمی کی وجہ سے بلوچستان میں زیادہ جانور خاص طور سے دودھیل جانور نہیں پالے جا سکتے. اسی لیے یہاں دودھ کے لیے گائیں اور بھینسیں کم ہیں.

یہ سب دوسرے صوبوں سے لائی جاتی ہیں۔

یہاں کے جنگلات میں چکور اور پہاڑی بکرے کا شکار لوگوں کو بہت پسند ہے۔ شکار پر ٹیکس ہے۔ پہلے شکاری بیدردی سے جنگلی جانوروں اور پرندوں کا شکار کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جانوروں کی تعداد کم ہوگئی۔ اب بعض بعض مقامات پر کچھ جنگل محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ جہاں کوئی شکار نہیں کھیل سکتا، مثلاً زیارت کے قریب ایک اچھا خاصا بڑا علاقہ محکمہ جنگلات نے محفوظ کر رکھا ہے، جہاں کوئی شکار نہیں کھیل سکتا۔ یہاں جانوروں کی نسلوں کو بڑھنے کا موقع دیا جاتا ہے، تاکہ ان کی تعداد بڑھے اور شکار کی وجہ سے ان کی نسل بالکل ختم نہ ہو جائے۔

آب پاشی

زمین میں کھیتی باڑی کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمین خواہ کتنی ہی اچھی اور زرخیز کیوں نہ ہو، پانی کے بغیر فصل نہیں اگائی جا سکتی۔

بلوچستان میں آبپاشی کے لیے ہم کئی ذریعوں سے پانی حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً دریاؤں اور چشموں سے اور جب یہ بھی میسر نہ ہوں تو زمین کے نیچے سے پانی نکالتے ہیں۔ پانی بھی زمین کی سطح سے جذب ہو کر نیچے چلا جاتا ہے اور زمین کے نیچے جذب ہوتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی یہ پانی دریا کی شکل میں بہنے لگتا ہے۔ یہ زیرِ زمین پانی کبھی کبھی زمین کی سطح سے بہت قریب ہوتا ہے اور کبھی بہت گہرائی میں ہوتا ہے۔ کہیں کہیں کنوئیں کھود کر یا ٹیوب ویل لگا کر یہ پانی اوپر لایا جاتا ہے اور آبپاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

آب پاشی کے مختلف طریقے ہیں۔ مثلاً دریا سے نہریں نکال کر، یہ اس وقت ممکن ہے جب ہمیشہ بہنے والے دریا موجود ہوں، جیسے کہ صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں ہیں۔ بلوچستان میں ایسا کوئی دریا نہیں ہے، جس سے نہریں نکال کر آب پاشی کی جائے۔ اگر کہیں دریاؤں میں پانی ہے بھی تو فائدہ مند نہیں۔ کیونکہ دریاؤں کے کنارے بہت اونچے ہیں ان سے کھیتوں کو پانی نہیں دیا جا سکتا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کنوئیں کھود کر، ٹیوب ویل لگا کر یا کاریز کھود کر پانی حاصل کیا جائے۔ یہ طریقے وہاں اختیار کیے جاتے ہیں، جہاں زیرِ زمین پانی کافی مقدار میں دستیاب ہو۔ قدرتی چشموں سے بھی آبپاشی کی جاتی ہے، جیسا کہ کوئٹہ کے قریب "وادیٔ ہنہ" اور "اُڑک" میں۔ اس کا تعلق بھی زیرِ زمین پانی سے ہے۔ میدانی علاقوں میں صرف سبی کے پاس دریائے بولان اور دریائے ناڑی کا پانی

آبپاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان دریاؤں پر بند بنائے گئے ہیں اس سے ضلع سبی اور کچھی کا علاقہ سیراب ہوتا ہے۔

اس طرح میدانی علاقوں نصیر آباد اور ضلع کچھی کے کچھ حصے میں دریائے سندھ سے بھی نہریں لائی گئی ہیں۔ جن میں تین نہریں قابل ذکر ہیں۔ (۱) پٹ فیڈر (۲) نہر ڈیزرٹ (۳) نہر کیرتھر۔ پٹ فیڈر سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس کی کل لمبائی تقریباً ۲۰۳ کلومیٹر ہے

اس کے علاوہ اور بھی برساتی نالوں پر بند بنائے گئے ہیں، جن میں پانی جمع کر کے آبپاشی کرتے ہیں۔ مثلاً لورالائی کا بند، ضلع چاغی میں دریائے لوہڑا کا بند اور لسبیلہ میں دریائے حب کا بند۔ یہاں پر نہروں اور کنوؤں کا نام نہیں دیا گیا

کاریز یہ آبپاشی کا بہت پرانا طریقہ ہے۔ پانی حاصل کرنے کے لیے پہاڑ کے دامن میں جہاں زیر زمین پانی ہوتا ہے، کنواں کھودتے ہیں۔ اس کے بعد اُس سمت میں جدھر پانی لے جانا ہوتا ہے اس کنویں سے آٹھ آٹھ، نو نو میٹر کے فاصلے پر بہت سے کنویں کھودتے ہیں۔ اور ان سب کنوؤں کی نچلی سطح سے ایک سرنگ کھود کر ایک دوسرے کو ملا دیتے ہیں، تاکہ ایک کنویں کا پانی دوسرے میں دوسرے کا تیسرے میں اور اسی طرح آخری کنویں تک سب کنوؤں کا پانی مِل کر پہنچتا رہے آخری کنواں سب سے بالائی سطح پر ہوتا ہے۔ اس طرح پانی سب سے بالائی سطح پر پہنچ جاتا ہے اور اس کو کھیتوں میں آبپاشی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

کوئٹہ، پشین، سبی، لورالائی، ژوب اور جنوب میں قلات، مکران اور خاران میں زیادہ تر آبپاشی کاریزوں سے کی جاتی ہے۔

۱۹۷۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق سارے صوبے میں ۱۰۸۳ کاریز ہیں۔ لیکن زیادہ ٹیوب ویل لگ جانے کی وجہ سے کاریزوں پر اثر پڑا ہے اور ان میں سے کچھ خشک ہو رہی ہیں۔

ٹیوب ویل

زیرِ زمین پانی تک پہنچنے کے لیے موٹے پائپ مشینوں کی مدد سے زمین میں دھنسائے جاتے ہیں۔ جب یہ پانی کی سطح تک پہنچ جاتے ہیں تو پانی کو اوپر لانے کے لیے بجلی یا ڈیزل کے انجن استعمال کئے جاتے ہیں اور پانی اوپر کھینچ کر چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعے کھیتوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس وقت بلوچستان میں ڈھائی ہزار سے زیادہ ٹیوب ویل کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کوئٹہ، پشین، ژوب، اور قلات میں لگائے گئے ہیں۔ لورالائی، چاغی، مکران اور لسبیلہ میں بھی ٹیوب ویل کافی تعداد میں استعمال ہوتے ہیں۔ مگر دوسرے اضلاع میں ان کی تعداد کم ہے۔

ہمارے صوبے میں اگر بجلی کا مناسب بندوبست ہو جائے تو اور ٹیوب ویل لگائے جا سکتے ہیں۔ جس سے ہمارے صوبے کا بہت کافی حصہ زیرِ کاشت آ سکتا ہے اور ہمارا صوبہ غذائی پیداوار میں خود کفیل ہو سکتا ہے۔

زرعی پیداوار

ہمارے صوبے کے زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے ہیں. مگر کاشت کے لیے سب کے پاس زمینیں نہیں ہیں اور نہ آبپاشی کے لیے پانی کافی ہے اسی لیے ہمارے صوبے میں زیر کاشت رقبہ دوسرے صوبوں کے مقابلے میں بہت کم ہے. اب کاشتکاری کی سہولتوں میں کافی اضافہ ہو گیا ہے، اس سے امید ہے کہ زیر کاشت رقبے اور پیداوار دونوں میں اضافہ ہو گا. سر دست ہمارے صوبے میں غلے کی کمی ہے. اور ہمیں دوسرے صوبوں سے غلہ منگوانا پڑتا ہے.

کاشتکاری کے لیے جو سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں، ان میں ذرائع آبپاشی، اچھی قسم کے بیج، معمولی ہل کے بدلے ٹریکٹر اور ولائتی کھاد کا انتظام شامل ہے ان سب کاموں کے لیے محکمۂ زراعت قائم کیا گیا ہے. اور زراعتی تجرباتی ادارے بھی قائم کیے گئے ہیں. امید کی جاتی ہے کہ آئندہ چند سال میں ملک کے دوسرے صوبوں کی طرح ہمارا صوبہ بھی کافی غلہ پیدا کرنے لگے گا.

ہمارے صوبے کی آبادی بہت کم ہے اور قابل کاشت رقبہ زیادہ ہے. اس لیے توقع ہے کہ ہم اپنی محنت کی بدولت جلد ہی خوراک کے معاملے میں خود کفیل ہو جائیں گے.

ہمارے صوبے میں یہ فصلیں پیدا ہوتی ہیں.

گندم

اناج میں گندم کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے. دنیا کے بیشتر ممالک اپنی خوراک میں گندم استعمال کرتے ہیں. ہمارے صوبے میں بھی گندم کا استعمال بہت زیادہ ہے. سب لوگ گندم کی روٹی بہت شوق سے کھاتے ہیں.

گندم موسم سرما شروع ہوتے ہی کاشت کرتے ہیں. سرد علاقوں میں یہ فصل عام طور سے جون جولائی کے مہینے میں پک کر تیار ہو جاتی ہے اور صوبے کے گرم

علاقوں میں یہ فصل اپریل، مئی ہی میں تیار ہو جاتی ہے۔

صوبہ بلوچستان میں فی ایکڑ پیداوار ۵۱ء میٹرک ٹن (۱۳۰۶۴ من) ہے جو بہت کم ہے گندم ضلع کوئٹہ، پشین، سبی، لورالائی، کچھی اور نصیر آباد میں کافی ہوتی ہے۔ اگر کھاد وغیرہ کا استعمال کیا جائے تو پیداوار بڑھ سکتی ہے۔ اب رفتہ رفتہ کسان کھاد استعمال کر رہے ہیں۔ اچھے بیج بھی فصل کی پیداوار میں اضافہ کرتے ہیں اور مشینی آلات کام جلدی اور تیزی سے کرتے ہیں۔ ان سب کے استعمال سے پیداوار میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔

چاول

گندم کے بعد چاول بہت اہم غذا ہے اس کے لیے زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ فصل بلوچستان کے میدانی علاقوں میں کاشت کی جاتی ہے، جہاں پانی کافی ہے۔ کچھی اور نصیر آباد کا علاقہ چاول کی کاشت کے لیے مشہور ہے۔ چاول جولائی اگست میں بوئے جاتے ہیں اور نومبر، دسمبر کے مہینوں میں فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے۔ اس کی فی ایکڑ پیداوار ۴۷ء میٹرک ٹن (۱۲ من) ہے اس کی پیداوار میں بھی کھاد کے استعمال سے اضافہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے صوبہ میں چاول کی پیداوار بہت کم ہے۔

دوسری اجناس

گندم اور چاول کے علاوہ جو، مکئی، جوار اور باجرہ بھی یہاں کاشت کرتے ہیں۔ مگر ان کی پیداوار بہت کم ہے۔

پھلوں کی کاشت

یہاں کی آب و ہوا چونکہ سرد اور خشک ہے۔ اس لیے یہاں سرد اور خشک آب و ہوا میں پیدا ہونے والے پھل کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ سیب، انگور، بادام، پستہ، خوبانی، آلوچہ، آڑو ناشپاتی، انار، چیری وغیرہ کے باغات بہت ہیں۔ کھجور، مکران میں بہت زیادہ

اور بہت عمدہ ہوتی ہے۔

پھلوں کی کاشت زیادہ تر کوئٹہ، پشین، ژوب، لورالائی، زیارت اور قلات میں ہوتی ہے۔ بادام اور انار لورالائی کے اور سیب کوئٹہ کے مشہور ہیں۔ یہ پھل بلوچستان میں بھی شوق سے کھائے جاتے ہیں اور صوبے سے باہر بھی لوگ لے جاتے ہیں، جس سے صوبے کی آمدنی بڑھ گئی ہے۔

سرد اور خشک آب و ہوا کے پھلوں کے علاوہ اب ضلع کچھی، نصیر آباد اور سبّی کے علاقہ میں گرم آب و ہوا کے پھلوں کی کاشت بھی شروع ہو گئی ہے اور آم، امرُود، سنگترے، مالٹے اور کیلے بھی پیدا کیے جا رہے ہیں۔

بلوچستان کے پھل کافی مقدار میں ملک کے دوسرے حصّوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں سے اب ایران اور عرب ممالک میں پھل بھیجا جا رہا ہے۔

کھجور

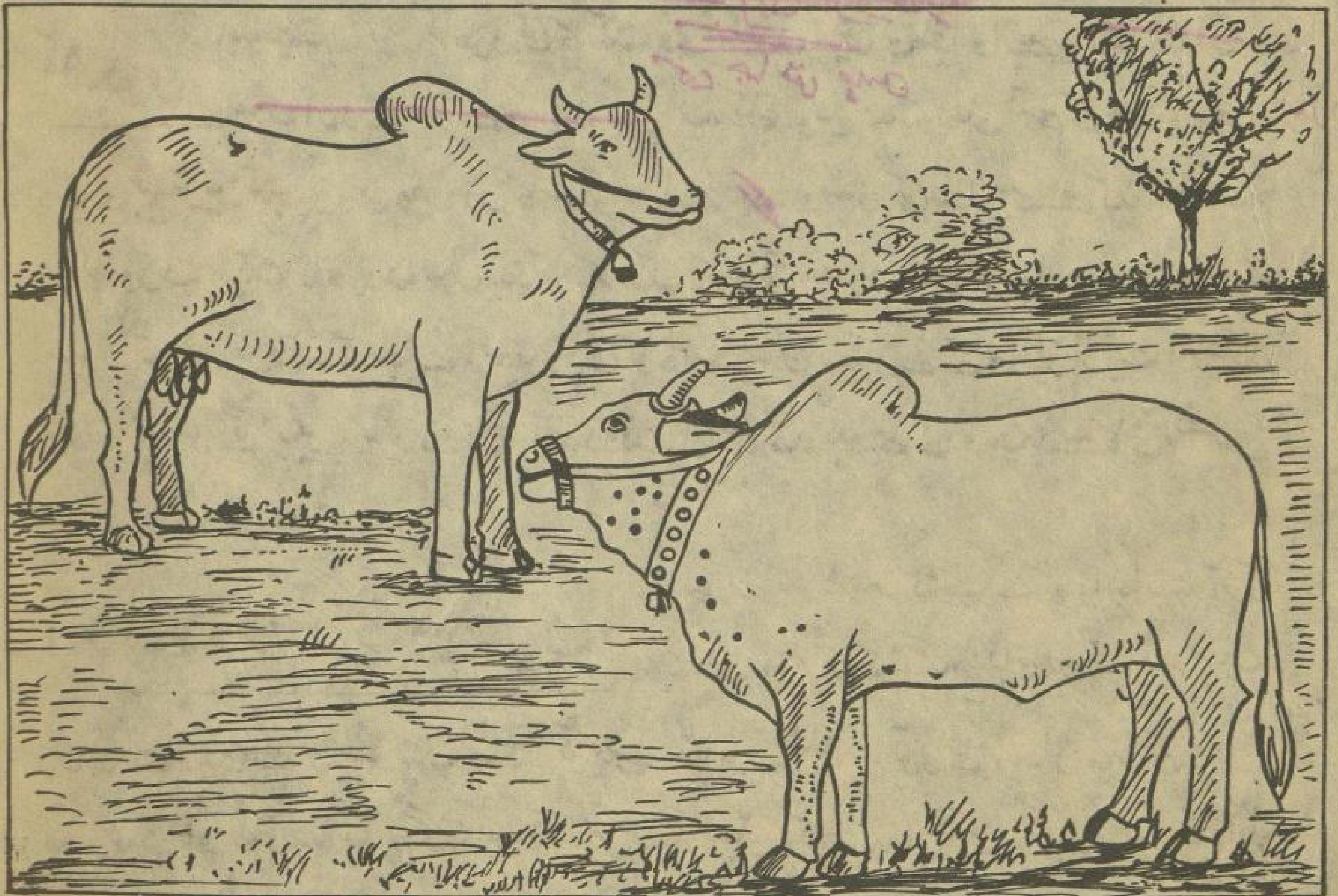
بلوچستان میں کھجور کی کاشت دو ضلعوں میں کی جاتی ہے۔ ایک خاران میں اور دوسرے مکران میں۔ یہ کھجوریں بہت اعلیٰ قسم کی ہوتی ہیں۔ دنیا کی بہترین کھجوروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اب کوشش کی جا رہی ہے کہ انہیں خوبصورت پیکٹ یا ڈبوں میں بند کر کے ملک کے باقی حصوں میں بھیجا جائے اور دوسرے ملکوں کو بھی برآمد کیا جائے۔ کھجوروں کو ڈبوں میں بند کرنے کے مراکز تربت اور پنجگور میں قائم ہو گئے ہیں۔ مگر ذرائع آمد و رفت اچھے نہ ہونے کی وجہ سے کافی فصل ضائع ہو جاتی ہے۔

آلو اور دوسری سبزیاں

آلو ہمارے صوبے میں کثرت سے کھایا جاتا ہے۔ آلو کی کاشت زیادہ تر کوئٹہ، پشین اور قلات میں ہوتی ہے۔ دوسری سبزیاں مثلاً گوبھی، ٹماٹر، شلغم، توری، پیاز، مولی، گاجر وغیرہ بھی تقریباً ہر جگہ ہوتی ہیں۔ مگر سبّی، کوئٹہ، پشین، کچھی اور نصیر آباد کے علاقے ان کی کاشت کے لیے بہت مشہور ہیں۔

ہمارے مویشی

انسان اور جانور کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے. کوئی جانور بار برداری کے کام آتا ہے تو کوئی سواری کے. کسی کا دودھ پیتے ہیں، تو کسی کا گوشت کھاتے ہیں. جانوروں سے کاشتکاری میں بھی کام لیتے ہیں، جب مشینیں نہیں تھیں تو بیل یا گھوڑے سے ہل چلایا جاتا تھا. اور اب بھی بہت سے علاقوں میں ہل چلانے کا کام بیل سے لیتے ہیں. جب ریل گاڑی، موٹر اور ہوائی جہاز نہیں تھے، تو گھوڑوں، اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کیا جاتا تھا. آج کل بھی اتنی ترقّی کے باوجود جانوروں کے بغیر انسان کا کام نہیں چل سکتا. اس لیے جانور بھی بہت بڑی دولت ہیں.



عام طور پر جانوروں کی پرورش کا تعلق کاشت کاری سے ہے. مگر آج کل جانوروں کو پالنے کے لیے خاص انتظامات کیے جاتے ہیں. گوشت کے لیے جانور خاص طور سے موٹے کیے جاتے ہیں. دودھ دینے والے جانوروں کو خاص غذا کھلائی جاتی ہے. تاکہ دودھ زیادہ دیں. عمدہ اُون پیدا کرنے کے لیے بھیڑوں اور بکریوں کی خاص طور سے پرورش کی جاتی ہے.

بلوچستان میں پانی اور چراگاہوں کی کمی کی وجہ سے پالتو جانور بہت کم ہیں. قابل ذکر جانور جو یہاں پائے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں.

گائے. بیل

ضلع کچھی میں بھاگ ناڑی نسل کے بیل اور سُرخ سندھی نسل کی گائے اور بیل سارے پاکستان میں مشہور ہیں. ضلع لورالائی، بارکھان کے علاقہ میں لوہانی نسل کی گائے بھی بہت اچھی ہوتی ہے. اس نسل کے بیَل قد کے چھوٹے ہوتے ہیں. مگر بڑے طاقتور ہوتے ہیں. یہ پہاڑی علاقوں میں خوب کام کرتے ہیں. اس ضلع میں دُکی اور سنجاوی کے علاقے میں کاکڑی نسل کی گائے بھی پائی جاتی ہے.

بھیڑوں کی اصل تصاویر لائیں



بھیڑیں

صوبہ بلوچستان میں آٹھ قسم کی بھیڑیں ہوتی ہیں ان میں رخشانی اور ہرنائی قسم کی بھیڑیں بہت مشہور ہیں. بلوچستان میں دُنبہ بھی

ان بھیڑوں کے علاوہ

ہوتا ہے یہ بھیڑ کی ایک خاص نسل ہے، جو اور علاقوں میں نہیں پائی جاتی۔ بھیڑیں اور دنبے قلات کے علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ بھیڑ کی اُون یہاں سے لے جا کر دوسرے صوبوں میں فروخت کی جاتی ہے۔ جب پاکستان میں اونی کپڑا بہت کم بنتا تھا تو یہاں سے اُون دوسرے ملکوں کو برآمد کی جاتی تھی۔ اب ہمارے ملک پاکستان میں اونی کپڑے کے کئی کارخانے قائم ہو گئے ہیں، جن میں یہ اُون استعمال کی جاتی ہے۔

ہمارے صوبے میں بھی اُونی کپڑے کا ایک کارخانہ ہرنائی میں کام کر رہا ہے لیکن اُون اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اب بھی اُون کو صاف کر کے باہر کے ملکوں میں برآمد کرتے ہیں۔



اُونٹ

یہ بہت ہی بے ڈول جانور ہے۔ مگر ریگستان میں سواری کا کام خوب دیتا ہے، خاران، مکران اور سبّی کے علاقے میں کافی پایا جاتا ہے۔ اسے ریگستانی جہاز کہا جاتا ہے۔ بلوچستان کے اندرونی علاقوں میں ذرائع آمدورفت زیادہ نہیں ہیں۔ اس لیے یہ کام بھی اونٹوں سے لیا جاتا ہے۔ یہ سواری کا کام بھی دیتا ہے اور اس پر سامان بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ یہ بہت کام کا جانور ہے۔

ہر قسم کی کڑوی کسیلی جڑی بوٹیاں کھا لیتا ہے۔ بغیر پانی کے کئی کئی روز تک گذارا کر سکتا ہے۔

بکریاں

ضلع کچھی اور لورالائی کی بربری نسل کی بکریاں بہت مشہور ہیں۔ یہ بہت دودھ دیتی ہیں اور قد میں بھی عام بکریوں سے اونچی ہوتی ہیں، مگر سرد علاقوں میں ان کی پرورش بہت مشکل ہے۔

معدنیات

اللہ تعالیٰ نے جس طرح سطح زمین پر انسان کے استعمال اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بے شمار چیزیں پیدا کی ہیں، اسی طرح زمین کے نیچے بھی کافی دولت جمع کر دی ہے۔ اب یہ انسان کی عقل اور محنت پر موقوف ہے کہ زیر زمین دولت سے کیسے فائدہ اٹھائے۔

سطح زمین پر کاشت کے لیے عمدہ زمین، پانی، مختلف قسم کے جانور اور پھل وغیرہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیے ہیں۔ اسی طرح زمین کے نیچے لوہا، کوئلہ، تیل، گیس، تانبا، سونا، چاندی ہیرے جواہرات جمع کر دیے ہیں۔ یہ تمام چیزیں انسانوں کی ضرورت کے لیے ہیں اور ان سے بہت سے کام لیے جاتے ہیں۔ زیر زمین دولت کو "معدنیات" کہتے ہیں۔

ہمارے صوبے میں زمین کے نیچے چھپی ہوئی دولت کافی ہے۔ مگر ابھی تک اس کی باقاعدہ چھان بین نہیں ہوئی۔ ضرورت ہے کہ معدنیات کی باقاعدہ تلاش کی جائے اور اسے استعمال میں لانے کے انتظامات کیے جائیں جو معدنیات دریافت کی گئی ہیں ان کی کان کنی کا طریقہ بہت پرانا ہے، اس لیے اس میدان میں ہماری پیداوار بہت کم ہے۔ جو اہم چیزیں زمین سے نکالی جا رہی ہیں، وہ یہ ہیں۔

کوئلہ

کوئلہ کوئٹہ کے اطراف میں ملتا ہے۔ "سور رینج" ایک پہاڑ کا نام ہے۔ وہاں کوئلہ کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ "ڈگاری" ہے جو سور رینج کے قریب ہے، وہاں بھی کوئلہ بہت ہے۔ "خوست" اور "ہرنائی" میں کوئلہ کی کان کنی بہت بڑے پیمانے پر ہوتی ہے۔ سور رینج، ڈگاری اور خوست کا کوئلہ بہت اچھی قسم کا ہوتا ہے۔

مچھ میں بھی کوئلہ نکالا جاتا ہے۔ مگر یہاں کا کوئلہ زیادہ اچھی قسم کا نہیں ہوتا ضلع لورالائی میں دکی کے قریب سے بھی کوئلہ نکالا جا رہا ہے۔

کوئلہ کی کان کنی ابھی تک جدید طریقے پر نہیں ہوتی. بہت کم ایسی کانیں ہیں جہاں کان کنی کی جدید سہولتیں موجود ہیں.

لوہا

پاکستان میں لوہے کی بہت کمی ہے. اسی وجہ سے اب تک ہمارے ملک میں لوہے کا کارخانہ نہیں لگ سکا. ایک کارخانہ جو کراچی کے قریب قائم کیا جارہا ہے اس کے لیے بھی خام لوہا دوسرے ملکوں ہی سے درآمد کیا جائے گا.

ہمارے صوبہ میں دالبندین اور راس کوہ میں لوہا ملا ہے یہ اچھی قسم کا لوہا ہے. اس کے علاوہ خضدار اور زیارت کے پہاڑوں میں بھی لوہے کا پتہ لگایا گیا ہے. ابھی تک بلوچستان میں لوہے کی کان کنی شروع نہیں ہوئی. ابھی چھان بین کی جارہی ہے جب یہ کام مکمل ہو جائے گا تو کھدائی کا کام شروع ہو جائے گا.

کرومائٹ

یہ دھات فولاد کے کارخانوں میں استعمال کی جاتی ہے. اسے لوہے میں ملا کر عمدہ قسم کا فولاد بناتے ہیں. یہ دھات پاکستان میں اب تک صرف بلوچستان میں ملی ہے. اور چونکہ ہمارے ہاں فولاد کا کارخانہ نہیں ہے اس لیے کافی کرومائٹ بیرونی ملکوں کو برآمد کیا جاتا ہے. کرومائٹ بلوچستان کے ضلع ژوب کی ایک تحصیل مسلم باغ میں ملتا ہے. اس کے علاوہ ضلع چاغی اور خاران میں بھی کرومائٹ ملا ہے. مگر ابھی تک کرومائٹ کی کان کنی صرف مسلم باغ میں ہوتی ہے.

گندھک

گندھک کوہ سلطان میں پائی جاتی ہے. یہ علاقہ بہت خشک ہے. اور ذرائع آمدورفت کی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مقدار میں گندھک نہیں نکالی جاتی اور جو کچھ نکالی جاتی ہے اسے بھی برآمد کردیا جاتا ہے گندھک مختلف صنعتوں میں کام آتی ہے. اس سے گندھک کا تیزاب بناتے ہیں. اس کے علاوہ گندھک اور بھی کئی طریقوں سے استعمال ہوتی ہے.

جپسم

یہ ایک قسم کا پتھر ہے۔ اسے کھاد بنانے اور سیمنٹ بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے یہ لورالائی اور سبی میں ملتا ہے۔ مگر اس کی ابھی باقاعدہ کان کنی نہیں ہوئی ہے۔ حکومت اس کی طرف توجہ دے رہی ہے۔ امید ہے جلد ہی اس پر کام شروع ہو جائے گا۔ کیونکہ بلوچستان میں حکومت سیمنٹ کا کارخانہ لگانے کا پروگرام بنا رہی ہے۔

سنگِ مرمر

یہ بہت قیمتی پتھر ہے۔ اس سے عمارتوں کے فرش، دیواروں کے ٹائل میزوں کی اوپر کی سطح کھلونے، ٹیبل لیمپ وغیرہ بہت خوبصورت بنتے ہیں۔

سنگِ مرمر مختلف رنگوں میں پایا جاتا ہے۔ سفید، سبز، نیلا، بھورا، گلابی۔ سنگِ مرمر ضلع چاغی کے پہاڑوں میں کثرت سے ملتا ہے۔ خاص طور پر دالبندین کے قریب بہت مقدار میں ملتا ہے۔ ہمارے ہاں کا سنگِ مرمر دنیا کے بہترین سنگِ مرمر میں شمار ہوتا ہے۔ دوسرے ملکوں کو برآمد بھی کیا جاتا ہے۔

چونے کا پتھر

یہ پتھر سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے اور ہمارے صوبے میں بہت زیادہ مقدار میں ملتا ہے۔ اب لسبیلہ میں سیمنٹ بنانے کا ایک کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے۔

تانبا

پاکستان، ایران سرحد پر "سندک" کے مقام پر تانبے کے ذخیرے کا پتہ چلا ہے اور وہاں اس کی کان کنی کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ ایک کارپوریشن قائم کر دی گئی ہے جو اس پر تجربے کر رہی ہے۔ جلد ہی اس کی کھدائی کا کام شروع ہو جائے گا۔ یہ بہت قیمتی دھات ہے اس سے نہ صرف ہمارے صوبے بلکہ پورے ملک کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

قدرتی گیس

بگٹی علاقے میں "سوئی" کے مقام پر قدرتی گیس کا بہت بڑا ذخیرہ ملا ہے۔ اسے عام طور پر "سوئی گیس" کہتے ہیں۔ یہاں بہت سی مشینیں لگائی گئی ہیں جو گیس کو زمین سے نکالتی ہیں اور پھر یہ گیس پائپ کے ذریعے یہاں سے صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کو مہیا کی جاتی ہے۔ جس سے کارخانے چلتے ہیں اور گھروں میں ایندھن کی جگہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ سوئی گیس بلوچستان کی بہت اہم پیداوار ہے۔

قدرتی گیس ضلع لورالائی میں بارکھان کے قریب بھی ملی ہے۔ یہ گیس ابھی استعمال میں نہیں لائی گئی۔ تیل کی تلاش مختلف جگہوں پر جاری ہے اور اُمید ہے کہ جلد ہی ہمارے صوبے میں تیل بھی مل جائے گا۔ بارکھان ضلع لورالائی اور جانداران (مری بگٹی) کے علاقے میں تیل کی تلاش کی جارہی ہے۔ کئی ہزار فٹ تک بورنگ کی جاچکی ہے۔ آثار سے تیل مِل جانے کی کافی اُمید ہے۔ اگر تیل نکل آیا تو ہمارا ملک پاکستان بھی دوسرے تیل پیدا کرنے والے ملکوں کی طرح کافی خوشحال ہو جائے گا اور ملک میں ترقی کے کافی کام شروع ہو جائیں گے۔ اور جیسا کہ حکومت کا خیال ہے، ہمارا ملک ایک فلاحی مملکت بن جائے گا۔

صنعتیں

کارخانے اور گھریلو صنعتیں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت سی نعمتیں عطا کی ہیں، جن میں سے بعض کو تو ہم ان کی اصلی حالت میں استعمال کرتے ہیں جیسے گندم، دوسرے غلے اور پھل وغیرہ اور بعض سے مشینوں کی مدد سے دوسری چیزیں بنا لیتے ہیں، ان کو "مصنوعات" کہا جاتا ہے۔ مثلاً کپڑا۔ جو روئی یا اُون سے بنایا جاتا ہے اور جوتا جو بیل بھینس یا بکری کے چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔

ہم دو قسم کی چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ ایک قدرتی، دوسری مصنوعی۔ آج کل مصنوعی چیزوں کا استعمال زیادہ ہو گیا ہے اور وہ قومیں جو زیادہ سے زیادہ مصنوعی چیزیں یعنی "مصنوعات" تیار کر سکتی ہیں، زیادہ خوشحال ہیں۔ اس لیے کہ ان کو دوسرے ملکوں سے مصنوعات برآمد نہیں کرنی پڑتیں اور ضرورت کی بیشتر چیزیں اپنے ملک کی پیداوار ہی سے تیار کر لیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اور خصوصاً ہمارے صوبے میں صنعتوں کی کمی ہے۔ اس وجہ سے ہم بہت سی چیزیں باہر کے ملکوں سے درآمد کرتے ہیں اور درآمد کرنے میں بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کارخانے کم ہونے کی وجہ سے لوگوں کو روزگار بھی بہت کم ملتا ہے۔ اگر ملک میں کارخانے ہوں تو بہت سے لوگوں کو کام مل جاتا ہے اور وہ اپنی روزی کما کے آسانی سے اپنے بال بچوں کی پرورش کر سکتے ہیں۔

صوبہ بلوچستان میں صنعتیں بہت کم ہیں۔ کیونکہ یہاں صنعتی ترقی کا کام بہت دیر میں شروع ہوا۔ اب کام بہت تیزی اور سلیقے سے ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ

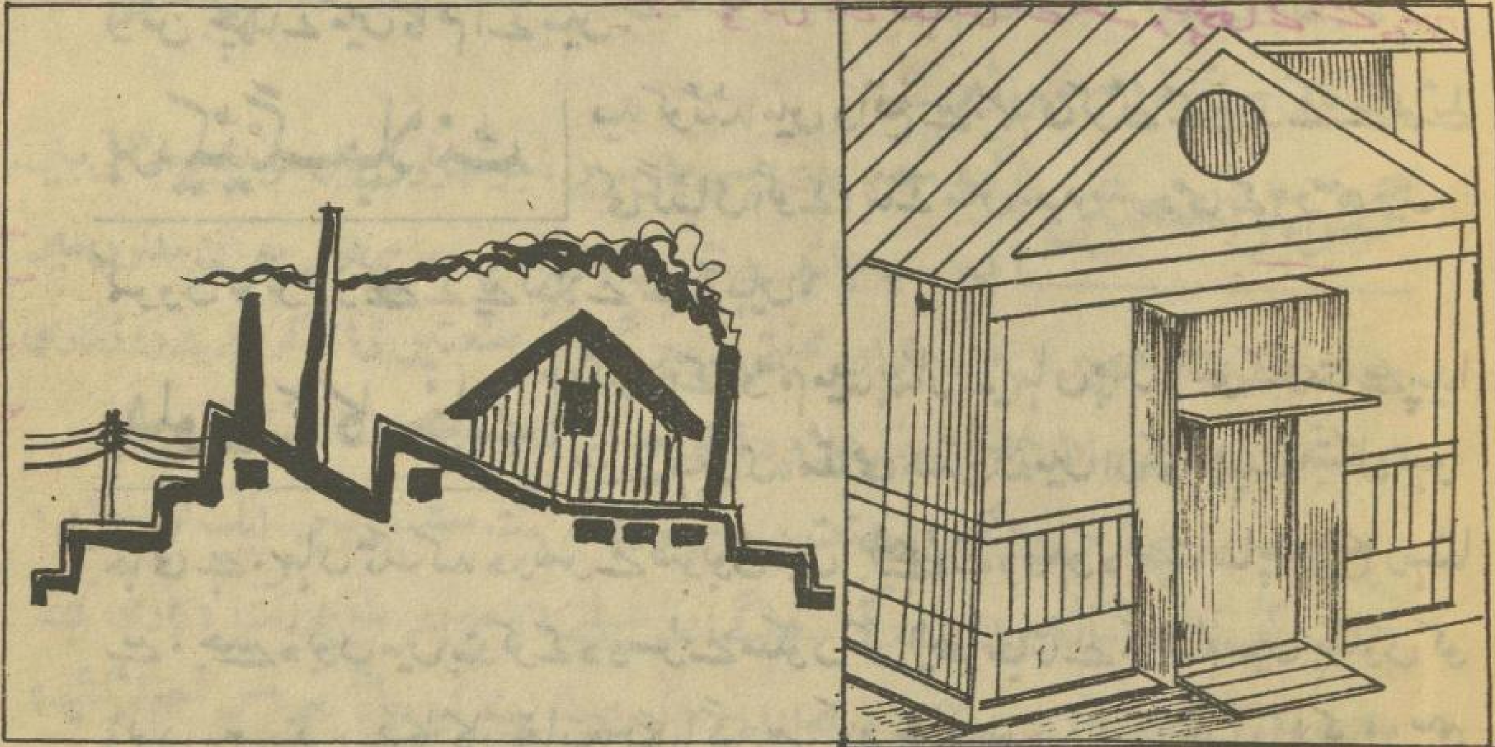
پانچ سال میں یہاں کافی کارخانے لگ جائیں گے۔ ہمارے صوبے میں فی الحال اہم صنعتیں یہ ہیں۔

کپڑے اور سوت کا کارخانہ

آپ نے بلوچستان ٹیکسٹائل مل کوئٹہ کا نام ضرور سُنا ہوگا۔ یہاں کپڑا بنتا تھا۔ اب صرف سوت بناتے ہیں۔ یہ سوت کچھ برآمد کرتے ہیں اور کچھ دوسرے کارخانوں کو کپڑا بنانے کے لیے فروخت کرتے ہیں۔

ہرنائی وولن مل

ہرنائی، ضلع سبی میں بہت اچھی قسم کی بھیڑیں پائی جاتی ہیں۔ ان کی اُون بہت عمدہ ہوتی ہے۔ اسی لیے یہاں اُون سے کمبل اور کپڑے بنانے کا کارخانہ لگایا گیا ہے۔ یہاں بہت عمدہ قسم



کے کمبل تیار ہوتے ہیں۔ کچھ تو مقامی طور پر استعمال ہوتے ہیں اور کچھ باہر کے ملکوں کو بھیج دیے جاتے ہیں۔ جس سے کافی روپیہ حاصل ہوتا ہے اور ترقی کے دوسرے کاموں میں لگایا جاتا ہے۔

علی وولن مل کوئٹہ

یہ کارخانہ کوئٹہ میں سرکی روڈ پر واقع ہے یہاں اُون کا دھاگہ بنایا جاتا ہے جو قالین بننے کے کام آتا ہے۔ یہ دھاگہ بلوچستان میں چھوٹے چھوٹے کارخانوں میں استعمال ہوتا ہے۔

دواؤں کا کارخانہ

کوئٹہ میں "مارکر الکولائیڈز" نام کا دوائیں بنانے کا ایک کارخانہ ہے، یہاں ایفیڈرین، تیزاب اور دوسری دوائیں بنائی جاتی ہیں۔ یہ کافی بڑا کارخانہ ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے کارخانے ہیں، جہاں صابن یا معمولی دوائیں بنائی جاتی ہیں۔

کوئٹہ میں سیمنٹ کے مختلف قسم کے پائپ بنائے جاتے ہیں۔ جو عام طور سے سیوریج لائن بچھانے میں کام آتے ہیں۔

بریکیٹنگ پلانٹ

یہ کوئٹہ میں واقع ہے۔ یہاں کوئلے کے چورے سے کوئلے کی گٹیاں (گولے) بناتے ہیں۔ یہ سردی کے موسم میں کمروں کو گرم رکھنے کے لیے جلائے جاتے ہیں۔

پھلوں کے کارخانے

پھلوں کے موسم میں ہمارے یہاں پھل اتنی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں کہ مقامی منڈیوں میں ان کی کھپت مشکل ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دوسرے صوبوں میں بھیجنے کے باوجود بہت سا پھل بچ رہتا ہے، جسے ڈبوں میں بند کرکے دوسرے ملکوں کو بھیجا جاتا ہے۔ کوئٹہ میں پھلوں کو ڈبوں میں بند کرنے کا کارخانہ لگایا گیا ہے۔ کچھ پھل سرد خانوں میں رکھ کر موسم کے بعد بھی استعمال میں لائے جاتے ہیں۔

ایک کارخانہ کوئٹہ میں اور بھی ہے۔ اسے "دتّو کا کارخانہ" کہتے ہیں۔ اس میں پھلوں سے اچار، چٹنی اور مربّے بھی بنائے جاتے ہیں۔

تربت کے علاقے میں تقریباً ڈیڑھ سو قسم کی کھجوریں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کو ڈبوں میں بند کرکے برآمد کیا جاتا ہے۔

خاران، نوشکی اور مستونگ میں اونی قالین بنانے کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔ ان کارخانوں میں بچوں کو بھی تربیت دی جاتی ہے اور قالین بھی بنائے جاتے ہیں۔ یہاں کے قالین بہت عمدہ قسم کے ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ صوبہ بلوچستان میں بناسپتی گھی کے دو کارخانے ہیں، جن میں سے ایک "چلتن گھی پلانٹ" نے تو کوئٹہ میں کام بھی شروع کر دیا ہے۔ جوتے بنانے کا ایک کارخانہ اور کپڑے بنانے کا کارخانہ قائم کرنے کا پروگرام بھی حکومت کے زیرِ غور ہے اور اس پر بہت تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ سیمنٹ کا کارخانہ بھی جلد ہی قائم ہونے والا ہے۔ ان کارخانوں کے قائم ہونے سے ہمارا صوبہ بھی ترقی کرے گا اور بے روزگار لوگوں کے لیے روزگار کے کافی مواقع فراہم ہو جائیں گے۔

گھریلو صنعتیں

کچھ مصنوعات ایسی بھی ہیں، جو گھروں میں عورتیں بناتی ہیں۔ یہ سب ہاتھ سے تیار کی جاتی ہیں۔ عام طور سے ان ملکوں میں جہاں کارخانے کم ہیں، عقل مند اور محنتی قومیں گھریلو صنعتیں قائم کرکے بے روزگاری اور بے کاری سے جان چھڑانے کے علاوہ قومی دولت میں بھی اضافہ کرتی ہیں۔

صوبہ بلوچستان میں گھریلو صنعتوں میں دو کام بہت مشہور ہیں۔ ایک تو شلوار، قمیض، کُرتے اور ساڑھیوں پر سوتی دھاگے اور شیشے کا کام۔ اِسے بلوچی کشیدہ کاری کہتے ہیں۔ یہ کام بہت خوبصورت ہوتا ہے اور ہر جگہ بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی کشیدہ کاری کے کپڑے باہر کے ملکوں کو بھیجے جاتے ہیں۔ یہ کام صرف عورتیں کرتی ہیں اور اپنے فارغ وقت میں کام کرکے کافی روپیہ کما لیتی ہیں۔

دوسرا کام اُون کاتنا ہے اس سے نمدے اور ایک قسم کی دری جسے گلیم کہتے ہیں، بنتے ہیں۔ اس سے قالین بھی بنائے جاتے ہیں۔

ذرائع آمد و رفت

پہلے زمانے میں لوگ سفر بھی کم کرتے تھے اور مال ایک جگہ سے دوسری جگہ بہت کم بھیجتے تھے، کیونکہ لوگوں کی ضرورتیں کم تھیں۔ وہ اپنی ضرورتیں اپنے گاؤں یا آس پاس کے علاقوں سے پوری کر لیتے تھے۔

سفر میں اتنی سہولتیں بھی نہیں تھیں، جتنی کہ اب ہیں۔ سڑکوں کی بہت کمی تھی بلکہ یہ سہولتیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ریل گاڑی، موٹر اور ہوائی جہاز نہیں تھے اور اگر تھے تو بہت کم تھے۔

اب زمانہ بدل گیا ہے۔ لوگوں کی ضرورتیں بڑھ گئی ہیں اور وہ اپنی یہ ضرورتیں آس پاس کے علاقوں سے پوری نہیں کر سکتے۔ پھر سڑکوں، موٹروں، ریل گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کی بدولت فاصلے بہت کم ہو گئے ہیں اور تجارتی سامان بھیجنے میں کافی سہولت ہو گئی ہے۔ مثلاً صوبہ بلوچستان کا کوئلہ صوبہ پنجاب کے شہروں میں تین چار دن میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ اس لیے ممکن ہے کہ ریل گاڑی اور سڑکوں کی سہولتیں موجود ہیں۔

صوبہ بلوچستان میں ذرائع آمد و رفت کے لیے ریل اور سڑکیں بھی ہیں۔ اور ہوائی سفر کی سہولتیں بھی میسّر ہیں۔

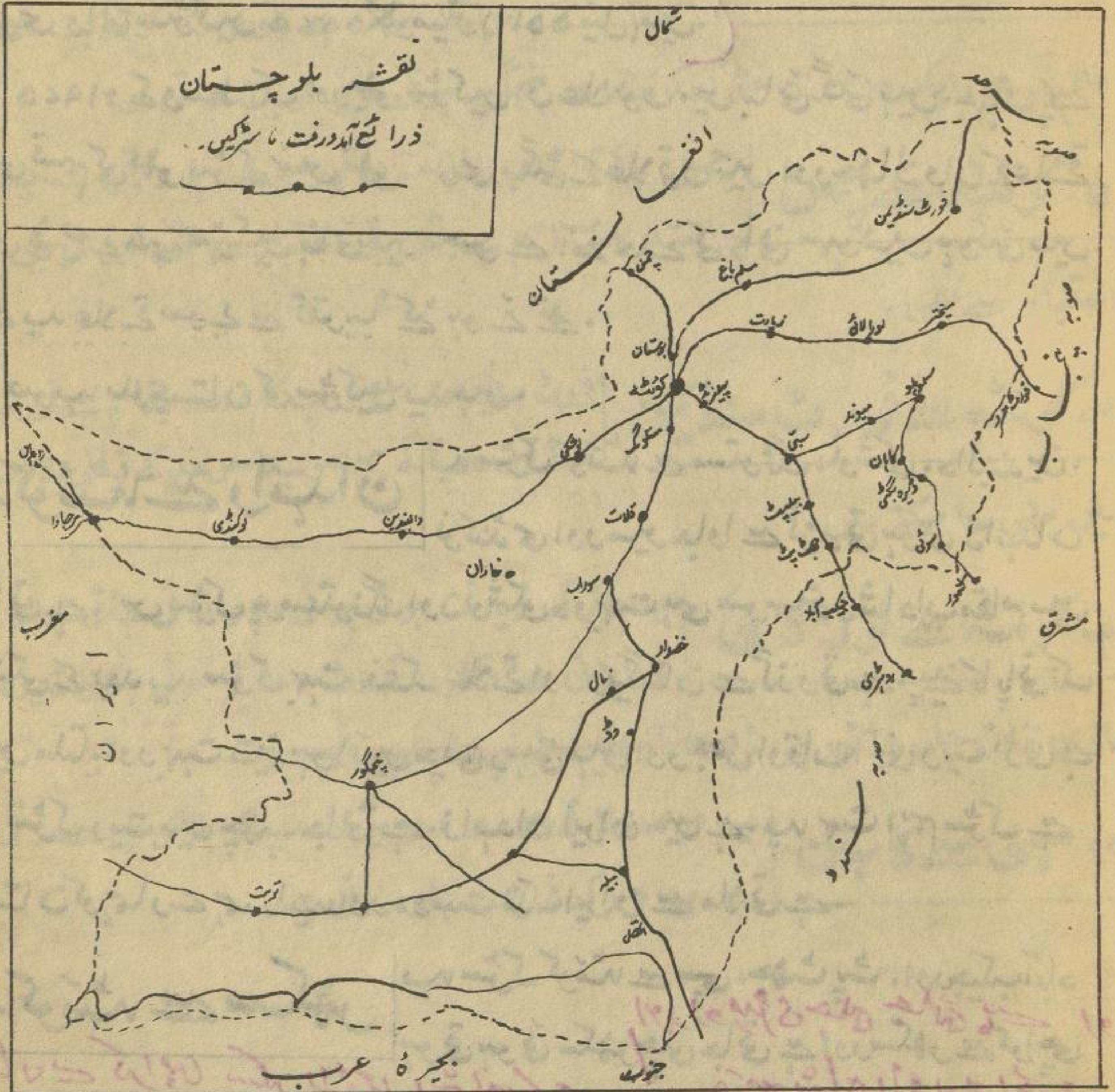
سڑکیں

سڑکیں عام طور پر دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جسے ہم پکی سڑک کہتے ہیں۔ یہ سڑکیں بہت سخت ہوتی ہیں۔ ان پر ٹار (تارکول) پھیلا دینے سے یہ کالی نظر آتی ہیں۔ ایسی سڑکیں مضبوط اور پائیدار ہوتی ہیں۔

دوسری وہ سڑکیں ہیں جن پر بجری بچھا دیتے ہیں۔ یہ اتنی مضبوط نہیں ہوتیں جتنی تارکول والی سڑکیں مضبوط ہوتی ہیں۔ بعض ایسی سڑکیں بھی بناتے ہیں، جن

سڑکوں اور ریلوں کے راستے الگ الگ دکھائے جائیں

درست کیا جائے



پر صرف مٹی پڑی رہتی ہے، اسے کچی سڑک کہتے ہیں. اس کی مٹی ہمیشہ اڑتی رہتی ہے اور بارش کے زمانے میں تو کچی سڑکوں پر سفر بہت مشکل ہو جاتا ہے.

۱۹۷۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق پکی سڑکیں ۱۹۷۹ کلومیٹر (۱۲۳۰ میل) ہیں اور بجری والی سڑکیں ۸۸۷۵ کلومیٹر (۵۵۱۶ میل) ہیں.

۱۹۷۵ء کے وسط تک اور بھی سڑکیں ان علاقوں میں بنائی گئی ہیں. جہاں پہلے کسی قسم کی بھی سڑک نہیں تھی. مری بگٹی کے علاقوں میں اور جھالاوان کے علاقے میں فوج نے نئی سڑکیں بنائی ہیں. جس سے آنے جانے کی کافی سہولتیں ہوگئی ہیں. پہلے یہ علاقے صوبے سے تقریباً کٹے ہوئے تھے.

صوبہ بلوچستان کی سڑکیں یہ ہیں.

۱. کوئٹہ سے زاہدان

یہ سڑک کوئٹہ سے مستونگ، نوشکی، دالبندین، نوکنڈی اور میرجاوا سے گزرتی ہوئی زاہدان جاتی ہے. اس سڑک پر مستونگ اور نوشکی دو بہت ہی سرسبز و شاداب مقام ہیں. نوشکی کے بعد یہ سڑک بہت خشک علاقے اور ریگستان سے گذرتی ہے. پینے کا پانی تک نہیں ملتا. اور بہت تیز ہوائیں چلتی رہتی ہیں اور بعض اوقات اتنی ریت اُڑتی ہے کہ سڑک ریت میں چھپ جاتی ہے. زاہدان ایران میں ہے. یہ بہت اہم سڑک ہے پاکستان کو ہمارے ہمسایہ اور دوست ملک ایران سے ملاتی ہے.

۲. کوئٹہ سے سکھر

یہ سڑک کوئٹہ سے سبی، جھٹ پٹ، اور جیکب آباد ہوتی ہوئی سکھر چلی جاتی ہے اور سکھر سے کراچی لاہور اور پشاور. ~~یہ شہر قومی شاہراہ پر واقع ہیں.~~

۳. کوئٹہ سے قلات، خضدار، لسبیلہ اور کراچی

یہ سڑک مستونگ ہوتی ہوئی قلات

کی طرف جاتی ہے اور خضدار اور بیلہ ہوتی ہوئی کراچی چلی جاتی ہے۔ اس سڑک کی وجہ سے کوئٹہ اور کراچی کے درمیان تقریباً ٥٠٠ کلومیٹر فاصلہ کم ہوگیا ہے۔

۴. کوئٹہ سے خضدار اور تربت

یہ بہت اچھی سڑک نہیں ہے۔ مگر یہ واحد سڑک ہے جو کوئٹہ کو تربت سے ملاتی ہے۔ ایک دوسری سڑک کوئٹہ سے پنجگور ہوتی ہوئی تربت جاتی ہے۔

۵. کوئٹہ سے چمن

چمن، پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر واقع ہے۔ یہ راستہ بہت اہم ہے۔ تجارتی اعتبار سے بھی اور فوجی اعتبار سے بھی۔

۶. کوئٹہ سے فورٹ سنڈیمن

فورٹ سنڈیمن ضلع ژوب کا صدر مقام ہے۔ فورٹ سنڈیمن سے آگے ہم صوبہ سرحد کے قبائلی علاقوں میں بھی جا سکتے ہیں۔

۷. کوئٹہ سے لورالائی

یہ سڑک زیارت ہوتی ہوئی، لورالائی جاتی ہے اور لورالائی سے "رکھنی" فورٹ منرو ہوتی ہوئی ڈیرہ غازی خان چلی جاتی ہے۔ ڈیرہ غازیخان پنجاب کا مشہور شہر ہے۔

۸. سبی سے کاہان

یہ مری علاقے میں ہے، جو میوند اور کوہلو کو سبی سے ملاتی ہے۔ یہ سڑک فوج نے ابھی بنائی ہے۔

ریلوے لائن

پہاڑی علاقوں میں ریل کی پٹڑی بچھانا اور گاڑی چلانا بہت مشکل کام ہے۔ صوبہ بلوچستان کیونکہ پہاڑی علاقہ ہے، اس لیے یہاں ریل کی لائنیں بہت کم ہیں۔ ہمارے صوبے میں صرف ۱۴۷۴۶۳ کلومیٹر (۹۱۴ میل) ریل کی لائنیں ہیں۔

۱. کوئٹہ، سبّی، جھٹ پٹ، جیکب آباد

یہ ریلوے لائن کوئٹہ کو کراچی، لاہور اور پشاور سے ملاتی ہے۔

۲. کوئٹہ سے زاہدان

یہ ریلوے لائن اسپیزنڈ، مستونگ روڈ، نشکی، دالبندین اور میرجاوا ہوتی ہوئی زاہدان چلی جاتی ہے۔ زاہدان ہمارے دوست ملک ایران کا مشہور شہر ہے۔

۳. کوئٹہ سے فورٹ سنڈیمن

یہ لائن کوئٹہ سے بوستان، مسلم باغ ہوتی ہوئی فورٹ سنڈیمن جاتی ہے۔

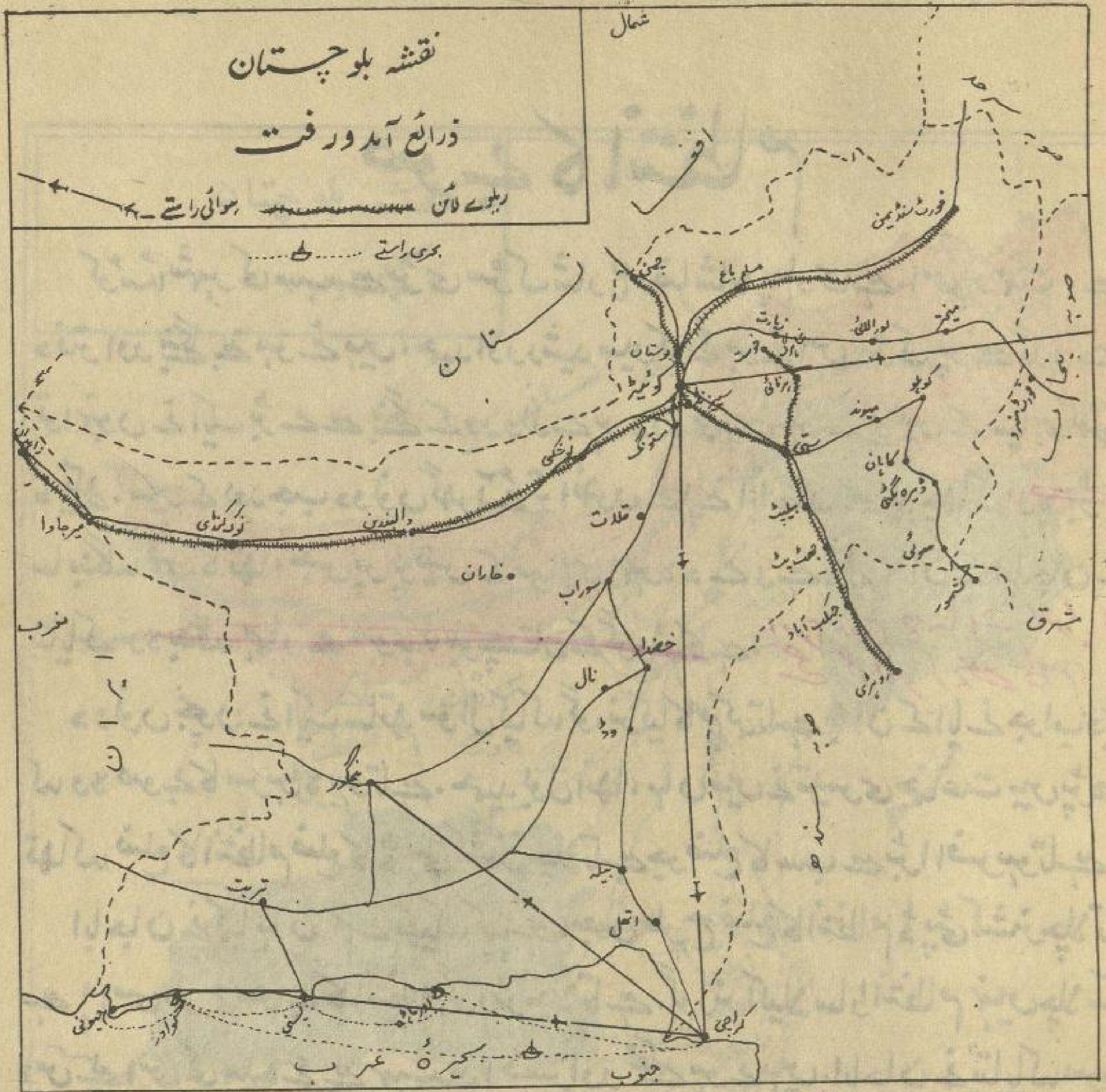
۴. کوئٹہ سے چمن

یہ ریلوے لائن کوئٹہ کو چمن سے ملاتی ہے۔ راستے میں ایک مقام شیلا باغ آتا ہے، وہاں اِسے ایک بہت لمبی سرنگ سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ سرنگ درہ کھوجک کے نیچے ہے اور تقریباً ۴ کلومیٹر لمبی ہے

۵. سبی، ہرنائی، خوست ریلوے لائن

یہ لائن سبی سے ہرنائی ہوتی ہوئی خوست تک جاتی ہے۔

ان ریلوے لائنوں سے پاکستان کے کسی بھی حصّے میں سفر کر سکتے ہیں۔ یا تجارت کا سامان پہنچا سکتے ہیں۔



ہوائی راستے

اب بلوچستان کو پاکستان کے ہر حصّے سے ہوائی جہاز کے ذریعے ملا دیا گیا ہے اور ہم کوئٹہ سے کراچی، لاہور، راولپنڈی اور پشاور آسانی سے جا سکتے ہیں، کراچی سے مکران کے ساحلی علاقوں کو بھی ملا دیا گیا ہے اور گوادر، پسنی وغیرہ آجا سکتے ہیں. ہوائی جہاز کا سفر اب بہت عام ہو رہا ہے. وہ دن دور نہیں، جب صوبے کے خاص خاص اندرونی مقامات ہوائی جہازوں کے ذریعے آپس میں ملا دیے جائیں گے.

صوبے کا انتظام

کوئٹہ شہر کی سب سے بڑی سڑک شارع رضا شاہ پہلوی ہے. اس پر بہت سے دفتر اور بنگلے بنے ہوئے ہیں، حمید اور رشید سیر کرتے ہوئے اس سڑک پر سے گذرے تو انہوں نے ایک بڑے سے بنگلے کے دروازے پر وردی پہنے ہوئے پولیس کے سپاہی کھڑے دیکھے. سیر کے بعد جب دونوں گھر آئے تو انہوں نے اپنے ابا جان سے پوچھا کہ وہ بڑا سا بنگلہ کس کا تھا، جس پر پولیس کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے؟ ان کے ابا جان نے بتایا کہ وہ بنگلہ ہمارے صوبہ بلوچستان کے گورنر کا ہے.

دونوں بچوں نے ایک ساتھ سوال کیا کہ گورنر کیا کام کرتا ہے؟ ان کے ابا نے جواب دیا کہ وہ صوبے کا سربراہ ہوتا ہے. حمید بول اٹھا، ہاں میں نے تیسری جماعت میں پڑھا تھا کہ ضلع کا انتظام ضلع کا ڈپٹی کمشنر چلاتا ہے جو ضلع کا سب سے بڑا افسر ہوتا ہے.

ابا جان نے کہا ہاں تم نے ٹھیک کہا ہے، جس طرح ضلع کا انتظام ڈپٹی کمشنر چلاتا ہے! اسی طرح صوبے کا انتظام گورنر چلاتا ہے. گورنر اکیلا سارا انتظام نہیں چلا سکتا اس لیے اس کی مدد کے لیے بہت سے افسر اور محکمے ہوتے ہیں. ابا جان نے بتایا کہ صوبہ بلوچستان بہت بڑا صوبہ ہے اس لیے اس کے انتظام کو احسن طریقے پر چلانے کے لیے اسے چار ڈویژنوں یا چار کمشنریوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے. آگے دیے ہوئے نقشہ میں کمشنریوں کو علیحدہ علیحدہ رنگوں میں ظاہر کیا گیا ہے.

ابا جان نے رشید سے کہا کہ نقشہ دیکھ کر بتاؤ کہ چار کمشنریاں کون کون سی ہیں. رشید نے بتایا کہ کمشنری کوئٹہ، کمشنری قلات، کمشنری مکران اور کمشنری سبی - رشید نے مزید بتایا کہ کمشنری کی حدود میں کئی ضلعے اور تحصیلیں بھی ہوتی ہیں -

۱. کمشنری کوئٹہ - اس کمشنری میں کوئٹہ، پشین، لورالائی، ژوب اور چاغی

نقشہ بلوچستان

(کمشنریاں)

شمال

افغانستان

مغرب

مشرق



ژوب

قلعہ سیف اللہ

پشین

لورالائی

کوئٹہ

چاغی

کوہلو

سبّی

ڈیرہ بگٹی

سوئی

کچھی

نصیر آباد

قلات

خاران

خضدار

مکران

پنجگور

تربت

گوادر

جیوانی

لس بیلہ

سندھ

بحیرۂ عرب

جنوب

سبّی ڈویژن

کوئٹہ ڈویژن

قلات ڈویژن

مکران ڈویژن



کے ضلعے شامل ہیں۔

۲. **کمشنری قلات** ۔ اس میں قلات، خضدار، لس بیلہ اور خاران کے ضلعے شامل ہیں۔ (۳) **کمشنری مکران**:۔ اس میں تربت، گوادر اور پنجگور کے ضلعے شامل ہیں۔

۴. **کمشنری سبّی** ۔ اس کمشنری میں ضلع سبّی، مری بگٹی ایجنسی، نصیر آباد اور ضلع کچھی شامل ہیں۔ ڈویژن یا کمشنری کا افسرِ اعلیٰ کمشنر کہلاتا ہے۔ کمشنر ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں کی مدد سے کمشنری کا نظام چلاتا ہے۔ پورے صوبے کا انتظام گورنر ان کمشنروں اور ڈپٹی کمشنروں کی مدد سے چلاتا ہے۔ گورنر کی انتظامی مدد کے لیے اور بہت سے محکمے بھی ہوتے ہیں، جیسے محکمۂ تعلیم، محکمۂ صحت، محکمۂ پولیس، محکمۂ زراعت وغیرہ ہر محکمے کا سربراہ ایک سیکرٹری ہوتا ہے، جو ایک وزیر کی نگرانی میں کام کرتا ہے اور ہر محکمے کو چلانے کا ذمّہ دار ہوتا ہے۔

صوبے کا وزیرِ اعلیٰ اور دوسرے وزیر صوبے کا انتظام چلانے کے لیے گورنر کی مدد کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ صوبے کا انتظام قانون کے مطابق چلے۔

صوبائی اسمبلی ۔ رشید نے سوال کیا کہ قانون کون بناتا ہے؟ اس کے ابا نے جواب دیا۔ بیٹا! قانون بنانے کا کام، ہمارے صوبے کی قانون ساز اسمبلی کے سپرد ہے۔ ہر صوبے میں قانون سازی کے لیے ایک اسمبلی ہوتی ہے۔ ہمارے صوبے میں بھی ایک اسمبلی ہے۔ ان اسمبلیوں میں ایسے لوگ بیٹھتے ہیں جن کو صوبے کے لوگ اپنی اپنی رائے یا ووٹ سے چنتے ہیں۔ ان کو ممبر صوبائی اسمبلی یا ایم۔ پی۔ اے کہتے ہیں اور اس طرح منتخب کرنے کے طریقے کو انتخاب یا الیکشن کہتے ہیں۔ یہ انتخاب یا الیکشن ایک خاص مدت کے بعد ہوتے ہیں۔ انتخاب کے بعد اسمبلی کے ممبران، اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب کرتے ہیں۔ اسپیکر اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرتا ہے اور اس کی کارروائی کو اصولوں کے مطابق چلانے کا

ذمہ دار ہوتا ہے۔ رشید نے سوال کیا کہ ہمارے صوبے کی اسمبلی قانون کس طرح بناتی ہے؟ اس کے ابا نے بتایا کہ اس کا طریقہ بالکل آسان ہے۔ وہ یہ کہ محکمے یا اسمبلی کا کوئی ممبر کچھ تجاویز اسمبلی میں پیش کرتا ہے۔ ان تجاویز پر اسمبلی میں بحث ہوتی ہے اور بحث کے بعد اسمبلی کے ممبروں سے رائے لی جاتی ہے۔ اگر اسمبلی کے ممبروں کی اکثریت کسی تجویز کے حق میں ووٹ دیدے تو یہ تجاویز قانون کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

ہائی کورٹ۔ رشید کے پڑوس میں ایک وکیل صاحب رہتے ہیں۔ وہ روزانہ صبح کو ایک کالا کوٹ پہن کر جاتے ہیں۔ رشید نے اپنے ابا سے پوچھا آپ تو کالا کوٹ نہیں پہنتے وکیل صاحب کالا کوٹ پہن کر کہاں جاتے ہیں؟ اس کے ابا نے بتایا کہ وکیل صاحب عدالت میں کام کرتے ہیں۔ عدالت میں لوگوں کے مقدمے پیش ہوتے ہیں۔ وکیل صاحب نے قانون کی تعلیم حاصل کی ہوئی ہے اور وہ عدالت میں ان لوگوں کے مقدمات کی پیروی کرتے ہیں، جو ان کو ایسا کرنے کے لیے کہتے ہیں۔ صوبے کی سب سے بڑی عدالت "ہائی کورٹ" کہلاتی ہے۔ ہمارے صوبے کا ہائی کورٹ حال ہی میں علیحدہ قائم کیا گیا ہے، اس کا نام بلوچستان ہائی کورٹ ہے۔ اس سے پہلے سندھ بلوچستان ہائی کورٹ ایک ہی تھا۔ ہائی کورٹ کے سب سے بڑے جج کو چیف جسٹس کہتے ہیں۔ چیف جسٹس کے علاوہ اور بھی بہت سے جج ہوتے ہیں، جو قانون کے مطابق لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ نچلی عدالتوں کے فیصلے اگر فریقین میں سے کسی کو منظور نہ ہوں تو وہ انصاف کے لیے اپنے مقدمے ہائی کورٹ میں لے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہائی کورٹ میں اہم قسم کے فوجداری اور دیوانی مقدمے بھی پیش ہوتے ہیں۔ اور ان کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔

بلوچستان پبلک سروس کمیشن۔ ہمارے صوبے کا یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو صوبے کی اعلیٰ ملازمتوں کے لیے مناسب امیدواروں کا انتخاب کرتا ہے اور اس ادارے کے منتخب امیدوار مختلف محکموں میں ملازم رکھ لیے جاتے ہیں۔

رفاہی ادارے

حمید اور رشید کے ابا جان نے ان سے پوچھا کہ وہ بڑے ہو کر کیا بننا پسند کریں گے ؟ حمید نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر بننا چاہتا ہے تاکہ وہ لوگوں کی خدمت کر سکے. رشید نے بتایا کہ وہ انجنیئر بننا چاہتا ہے، تاکہ ملک کے لیے اچھی عمارات، سڑکیں اور پُل وغیرہ تعمیر کرائے. بچوں کی باتیں سن کر ان کے ابا بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ان کے خیالات بہت اچھے ہیں. انھوں نے بتایا کہ ہمارے صوبے میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مناسب بندوبست موجود ہے. صوبے میں ایک یونیورسٹی ہے، جس کو بلوچستان یونیورسٹی کہتے ہیں. بہت سے کالج ہیں جن میں ڈاکٹر یا انجنیئر بننے کی خواہش رکھنے والے طلبہ کی تعلیم کا موزوں بندوبست ہے، صوبے میں ایک میڈیکل کالج ہے، جس کا نام بولان میڈیکل کالج ہے اس کے علاوہ انجنیئرنگ کالج بننے کی توقع ہے.

فی الحال انجنیئر بننے کی خواہش رکھنے والے طلبا کو دوسرے صوبوں کے انجنیئرنگ کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے. کوئٹہ، قلات، سبی اور لورالائی میں لڑکیوں کے لیے علیحدہ کالج ہیں. میڈیکل کالج میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں. فنی تعلیم کے لیے صوبے میں ایک پولی ٹیکنیک انسٹیٹوٹ قائم ہے، جہاں بچوں کو بجلی، لکڑی اور لوہے کے کام میں فنی تربیت دی جاتی ہے. اسی طرح کی فنی تعلیم کا انتظام چند اسکولوں میں بھی ہے. جیسے کوئٹہ میں ٹیکنیکل ہائی اسکول، سبی اور مستونگ میں پائلٹ سکنڈری اسکول وغیرہ. اسی طرح عورتوں اور لڑکیوں کی تربیت کے لیے پیشہ ورانہ اسکول برائے خواتین کوئٹہ اور قلات میں کام کر رہے ہیں. ان اسکولوں میں عورتوں اور لڑکیوں کے لیے گھریلو دستکاریوں کی تربیت کا معقول انتظام ہے.

بینک . حمید اور رشید نے اسکول جاتے ہوئے راستے میں ایک خوبصورت اور

صاف ستھری عمارت پر بینک لکھا ہوا دیکھا۔ اسکول جاکر اپنے استاد سے معلوم کیا کہ بینک میں کیا کام ہوتا ہے۔ ان کے ماسٹر صاحب نے بتایا کہ بینک لوگوں کے روپے امانت کے طور پر رکھتے ہیں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو لوگ روپیہ نکلوا بھی لیتے ہیں، اس طرح لوگوں کی بچائی ہوئی رقم محفوظ رہتی ہے اور چوری کا خطرہ نہیں رہتا۔ دونوں نے کہا پھر تو یہ بہت اچھا کام کرتے ہیں۔ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ بینک کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ بینک لوگوں کو کاروبار کرنے کے لیے روپیہ قرض بھی دیتے ہیں اور لوگ یہ رقم آہستہ آہستہ آسان قسطوں میں واپس کرتے ہیں۔ کچھ بینک زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لیے زمینداروں کو قرضے دیتے ہیں۔ تاکہ زمیندار کھاد، بیج اور ٹریکٹر خرید کر زیادہ فصلیں اگائیں جو زمینداروں اور ملک دونوں کے لیے فائدہ مند ہے۔ زمیندار قرض کی رقم آسان قسطوں میں ادا کر دیتے ہیں۔ اگر تھوڑا قرض لینا ہو تو وہ صوبے کی انجمن امداد باہمی (کواپریٹیو سوسائیٹی) سے قرض لے سکتے ہیں۔

انجمن ہلالِ احمر۔ اس انجمن کا کام انسانیت کی خدمت یعنی غریبوں، محتاجوں، بیماروں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا ہے۔ اس کی ایک شاخ کوئٹہ میں بھی ہے۔ بھارت کے ساتھ دونوں جنگوں میں انجمن ہلال احمر نے بہت کام کیا تھا، فوجی بھائیوں کے لیے تحفے جمع کیے۔ ان کے لیے کپڑے اکٹھے کیے۔ سوئٹر بنوا کر جنگی قیدیوں کو پہنچائے۔ جنگ کی وجہ سے بے گھر ہونے والوں کی مدد کی۔ ان کے لیے ضروری سامان جمع کیا۔ سیلاب زدگان کی امداد کے لیے کپڑے برتن اور دوسرا سامان بھجوایا۔ یہ انجمن چندہ جمع کرنے کی مہم بھی چلاتی ہے۔ تپ دق کے مریضوں کے لیے ٹکٹ فروخت کرتی ہے اور مریضوں کی امداد کرتی ہے۔ ہمارے صوبے میں یہ انجمن انسانیت کی مدد کر کے اپنے فرض کو احسن طریقے پر انجام دے رہی ہے۔

سوشل سکیورٹی سکیم۔ حمید اور رشید کے پڑوس میں ایک مزدور رہتا ہے جو کسی کارخانے میں کام کرتا ہے۔ اچانک وہ بیمار ہو گیا۔ کئی مرتبہ اس کو دیکھنے کے لیے ڈاکٹر گھر پر آیا۔ حمید نے سوچا کہ بیچارہ غریب آدمی ہے۔ اس نے کس طرح یہ خرچ برداشت کیا ہوگا۔ اس نے اپنے ابا سے پوچھا، یہ مزدور دواؤں وغیرہ کا خرچہ کس طرح پورا کر سکتا ہے؟ اس کے ابّا نے بتایا کہ اس کا علاج حکومت کی "سوشل سکیورٹی اسکیم" کے تحت ہو رہا ہے اور اس کا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہو رہا ہے۔

سوشل سیکورٹی اسکیم کے تحت کارخانہ داروں۔ مل مالکان یا ایسے تمام لوگوں کے لیے جو مزدوروں سے کام لیتے ہیں، یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ کارخانوں اور ملوں کی آمدنی سے مزدوروں کی تعداد کے مطابق رقم سوشل سیکورٹی اسکیم میں جمع کرائیں۔ کچھ معمولی سی رقم مزدوروں کو بھی جمع کرانی پڑتی ہے۔ اس طرح جمع شدہ رقم میں سے مزدوروں کی بھلائی کے لیے رقم خرچ کی جاتی ہے۔ بیماروں کا علاج مفت کیا جاتا ہے اور بیماری کے دنوں کی چھٹی کی رقم بھی نہیں کاٹی جاتی۔

محکمہ اوقاف۔ اس محکمے کے ذمے مزاروں اور درس گاہوں کی حفاظت اور تبلیغ اسلام کا کام ہے۔ مسجدوں میں خطیبوں کی تربیت کا انتظام بھی یہی محکمہ کرتا ہے۔ ہمارے صوبے میں اس محکمے کے لیے زیادہ کام نہیں ہے۔

اپوا۔ (آل پاکستان وومن ایسوسی ایشن) اس انجمن نے پاکستان کی خواتین میں بیداری اور شعور پیدا کرنے کے لیے بہت کام کیا ہے۔ اس انجمن کی نگرانی میں بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں۔ خواتین کو علوم خانہ داری کے ساتھ ساتھ مختلف ہنر بھی سکھائے جاتے ہیں۔ ہمارے صوبے میں یہ انجمن بہت کام کر رہی ہے۔ اس کی ایک شاخ کوئٹہ میں بھی ہے۔

ہمارے مسائل

خدا نے ہمارے صوبے کو بہت سی نعمتیں عطا کی ہیں۔ معدنیات کے ذخائر ہیں۔ گیس اور تیل کے ذخائر ہیں۔ پھل اور اناج وغیرہ بھی ہیں، جس سے ہماری اکثر ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی ہماری مشکلات ہیں۔ اگر ان پر قابو پا لیا جائے تو صوبہ کے عوام کافی حد تک خوشحال ہو سکتے ہیں۔

آبپاشی کے لیے پانی کی کمی ۔ صوبہ بلوچستان میں بارشیں بہت کم ہوتی ہیں۔ صوبہ میں ایسا کوئی بھی دریا نہیں جو سارا سال بہتا ہو۔ جہاں کہیں دریاؤں میں پانی ہے، وہ آسانی سے استعمال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے کنارے بہت اونچے ہیں۔ ان کا پانی زمینوں کو سیراب کرنے کے کام میں نہیں لایا جا سکتا۔ دریائے لوہڑہ پشین سے ملیزئی کے مقام پر مشین کے ذریعے پانی کو اوپر لا کر زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ حکومت اس طرف توجہ دے رہی ہے۔ اور کئی جگہ ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں۔ اس کمی کو بند باندھ کر اور بارش کے پانی کو جمع کر کے دور کیا جا سکتا ہے۔

بجلی کی کمی ۔ ہمارے صوبے بلوچستان میں بجلی کی بھی کمی ہے۔ کوئٹہ کے علاوہ اکثر بڑے بڑے شہروں میں بجلی کے جنریٹر لگائے گئے ہیں۔ بجلی کی موجودہ سپلائی سے صرف گھریلو ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے گدو تھرمل سٹیشن سے بجلی کی لائن کوئٹہ تک بچھائی جا رہی ہے۔

ناخواندگی ۔ ہمارے صوبے میں ناخواندہ افراد کی ایک بڑی تعداد موجود ہے ملک کی ترقی کے لیے تعلیم بہت ضروری ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم کو عام کیا جائے۔ حکومت پاکستان کی ۸۰-۱۹۷۲ء کی تعلیمی پالیسی کے بعد اس طرف توجہ دی جا رہی ہے۔ مگر پھر بھی اس طرف مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ صوبہ کی آبادی بکھری ہوئی

ہے۔ فاصلے بہت زیادہ ہیں۔ اکثر بچے موجودہ تعلیمی سہولتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

بے روزگاری۔ صوبہ بلوچستان میں کارخانوں کی تعداد بہت کم ہے، اس لیے اکثر لوگوں کو روزگار مہیّا نہیں ہوتا۔ بے روزگاری کا مسئلہ عام ہے۔ اس لیے اس مسئلہ کو حل کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ صوبے میں زیادہ سے زیادہ کارخانے لگائے جا رہے تاکہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

متوازن غذا۔ متوازن غذا کا نہ ملنا ہمارے معاشرے کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ غیر متوازن غذا کی وجہ سے انسان کی جسمانی اور ذہنی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں، جس کا اثر انسان کی روزمرہ زندگی پر پڑتا ہے۔ اس مسئلے کے حل میں سماجی کارکن کافی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان کارکنوں کو چاہیے کہ لوگوں کو سستی متوازن غذا سے متعلق باتیں بتائیں۔

حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہمارا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ دنیا میں اور بھی بہت سے مسلم ممالک ہیں۔ ان میں سعودی عرب بہت مشہور ہے۔ یہ ملک پاکستان کے مغرب میں واقع ہے۔ اس ملک میں ایک شہر مکّہ ہے، جہاں خانہ کعبہ ہے۔ مسلمان اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہیں دنیا بھر کے مسلمان ہر سال حج کے لیے جاتے ہیں۔ اس مبارک شہر میں ۵۷۱ء میں ہمارے پیارے رسول حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ آپؐ کا سلسلہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ کا قبیلہ قریش کہلاتا تھا۔ ان دنوں قبیلہ قریش کو مکّہ کی سرداری حاصل تھی۔ سارے عرب والے اس قبیلے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپؐ کے والد کا نام حضرت عبداللہ اور ماں کا نام حضرت آمنہ تھا۔

بچپن۔ عرب میں اس وقت دستور تھا کہ شہر کے شریف گھرانوں کے بچے کھلی فضا میں پرورش پانے کی خاطر دیہات میں بھیج دیے جاتے تھے تاکہ وہاں ان کی صحت اچھی رہے۔ آپ کی پرورش کی یہ خدمت ایک نیک دل خاتون حضرت بی بی حلیمہ کے سپرد ہوئی۔ چار سال تک بی بی حلیمہ نے آپؐ کی پرورش کی۔ بی بی حلیمہ آپؐ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ آپؐ کی برکت سے بی بی حلیمہ کا تمام کنبہ خوشحال ہو گیا۔

اس کے بعد آپؐ اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے ساتھ رہنے لگے۔ ابھی آپؐ کی عمر صرف ۶ سال کی تھی کہ آپؐ کی والدہ وفات پا گئیں۔ آپ کی والدہ کی وفات کے بعد آپؐ اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کے سایۂ شفقت میں آ گئے۔ لیکن دو سال بعد وہ بھی وفات پا گئے۔ پھر آپؐ کی پرورش آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب نے کی۔ آپؐ کے چچا آپؐ سے بے حد پیار کرتے تھے۔

لڑکپن ۔ آپؐ عام بچوں کی طرح گلی کوچوں میں کھیلنا پسند نہ فرماتے تھے ۔ اس زمانے کی عرب قوم میں بہت سی برائیاں تھیں وہ بتوں کو پوجتے اور ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ۔ آپؐ کو ان بری باتوں سے شروع ہی سے نفرت تھی ۔ آپؐ اکثر سوچتے رہتے کہ ان برائیوں کو کس طرح ختم کیا جائے ۔ آپؐ بچوں پر شفقت فرماتے ۔ محتاجوں اور غریبوں کی دیکھ بھال کرتے ۔

آپؐ کی نیکی اور سچائی کی وجہ سے لوگ آپؐ کو "صادق" اور "امین" کہتے تھے ۔ جب آپؐ جوان ہوئے تو آپؐ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ۔

نبوّت ۔ آپؐ اکثر شہر سے دور "غار حرا" میں چلے جاتے اور "اللہ تعالیٰ" کی عبادت کرتے تھے ۔ ایک دن آپؐ عبادت میں مصروف تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ جبرئیل آپ کے پاس بھیجا ۔ اس فرشتے نے آپؐ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبی بنایا ہے تاکہ آپؐ لوگوں کو بھلائی اور سچائی کا راستہ دکھائیں ۔ اس وقت آپؐ کی عمر چالیس سال تھی

تبلیغ ۔ آپؐ نے مکّہ کے لوگوں کو بتایا کہ اللہ ایک ہے ۔ صرف اسی کی عبادت کرو ۔ بتوں کو نہ پوجو کیونکہ یہ کسی کو فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ اچھے کام کرو ۔ برے کاموں سے بچو اور آپس میں پیار محبت سے رہو ۔ سب سے پہلے آپؐ کی بیوی حضرت خدیجہؓ مسلمان ہوئیں اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زیدؓ نے اسلام قبول کیا ۔ بچوں میں حضرت علیؓ سب سے پہلے مسلمان ہوئے ۔

مخالفت ۔ عرب میں اس وقت جہالت کا دور دورہ تھا ۔ بتوں کی پوجا عام تھی جب آپؐ نے تبلیغ شروع کی تو بتوں کو پوجنے والے آپؐ کے خلاف ہوگئے ۔ انھوں نے آپؐ کو تنگ کرنا شروع کر دیا ، جو لوگ مسلمان ہوجاتے ، ان کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے گرم ریت پر لٹا دیتے اور پتھر برساتے ، لیکن مسلمان یہ تمام تکالیف اللہ تعالیٰ کی خاطر برداشت کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہے ۔

ہجرت ۔ جب مکّہ والوں کی دشمنی حد سے بڑھ گئی تو حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکّہ چھوڑ کر مدنیہ چلے گئے اس واقعہ کو "ہجرت" کہتے ہیں۔ مدینہ کے لوگوں نے آپ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔

فتح مکّہ ۔ مکّہ کے لوگوں نے آپؐ اور آپ کے ساتھیوں کو مدینے میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ جس کے نتیجے میں بہت سے غزوات ہوئے۔ بالآخر صلح حدیبیہ کی رو سے کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان امن کا ایک معاہدہ ہوا۔ لیکن کفار نے اس معاہدے کی بھی خلاف ورزی کی۔ اس بدعہدی کا بدلہ لینے کے لیے آپ صحابہ کو لے کر مکّہ پہنچے۔ مکّہ والے خوف زدہ ہو گئے۔ انھوں نے لڑائی کئے بغیر ہتھیار ڈال دیے۔ آپ نے مکّہ والوں کو معاف کر دیا۔ مکّہ والے سچے دل سے مسلمان ہو گئے اور آپس میں بھائیوں کی طرح رہنے لگے۔

خطبہ آخری حج ۔ جب آپؐ تریسٹھویں سال میں تھے تو آپ مدینہ سے مکّہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ مسلمانوں کی کثیر تعداد حج میں شریک ہوئی۔ اس موقعہ پر آپؐ نے مسلمانوں کو بہت سی نصیحتیں کیں۔ آپؐ کی زندگی کا یہ آخری حج تھا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا "سب کا خدا ایک ہے۔ کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر برتری نہیں اور نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر برتری ہے، بلکہ اچھا آدمی وہ ہے جو اچھے کام کرے"۔

وصال ۔ اس حج کے بعد آپؐ مدینہ واپس تشریف لائے۔ آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور ۱۲ ربیع الاول کو تریسٹھ سال کی عمر میں آپ اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔

آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ آپؐ کو تمام دنیا کے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ آپؐ کو "رحمت اللعالمین" کہا گیا ہے۔ یعنی آپ کو دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ یہ شان کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔ آپ کے فرمان کے مطابق ہمارا فرض ہے

کہ ہم دنیا کے تمام لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچائیں اور حضورؐ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کر کے اسلام کا نام روشن کریں.

حضرت ابوبکر صدّیق (رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوبکرؓ کا نام عبداللہ تھا اور لقب صدیق تھا. یہ لقب آپ کو حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا. آنحضرتؐ اور آپ بچپن ہی سے ایک دوسرے کے گہرے دوست تھے. آپ کا پیشہ تجارت تھا. جب آنحضرتؐ مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے ہمراہ تھے. مکّہ کے لوگ آپ کی تلاش میں گھوم رہے تھے. اس وقت غار ثور میں حضورؐ اور آپ موجود تھے. اس لیے آپ کو یار غار بھی کہا جاتا ہے.

خلافت. حضورؐ کے وصال کے بعد مسلمانوں نے آپ کو خلیفہ چن لیا. آپ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا " اے لوگو! اگر میں کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرو. اگر غلطی کروں تو وہیں ٹوک دو. اگر میں خدا اور اس کے رسولؐ کا فرمانبردار رہوں تو تم میرے فرمانبردار رہو. اگر میں خدا اور رسول کا فرمانبردار نہ رہوں تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو."

کارنامے. جب آپ خلیفہ بنے تو اس وقت اسلام کے دشمنوں نے مسلمانوں کے لیے کافی مشکلات پیدا کر دی تھیں. کچھ لوگ جھوٹے نبی بن گئے تھے. کئی قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا. مگر آپ نے ایسے حالات میں دشمنوں کا مقابلہ کیا. جھوٹے نبیوں کو ختم کرنے کے لیے فوج بھیجی اور اکثر کو قتل کر دیا گیا. جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان سے سختی سے زکوٰۃ وصول کی اور انہیں راہ راست پر لائے. آپ نے حضرت عمرؓ کے مشورے سے قرآن پاک کو ایک کتاب کی شکل دی. آپ نے بیت المال کے لیے

ایک علیحدہ عمارت بھی بنوائی۔ آپ کے زمانے میں مسلمانوں نے عراق کو فتح کرلیا اور اسلامی فوج ملک شام میں داخل ہوگئی۔

سیرت۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت نیک اور رحمدل تھے۔ دولت مند ہونے کے باوجود آپ کی طبیعت میں سادگی تھی۔ خلیفہ ہونے کے باوجود آپ تمام کام خود انجام دیتے تھے۔ آپ نے بہت سے غلاموں کو خرید کو آزاد کر دیا۔ خلیفہ ہونے سے پیشتر آپ ایک عورت کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب خلیفہ ہوئے تو اس عورت نے پوچھا اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہا کرے گا۔؟ آپ نے فرمایا "اگر میں خلیفہ بن گیا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اب خدمت کرنا چھوڑ دوں گا تمہاری بکریوں کا دودھ میں ہی دوہا کروں گا۔" جنگ تبوک کے موقع پر جب مال کی ضرورت پڑی تو آپ نے اپنا تمام مال حضورؐ کے حوالے کر دیا۔ آپ کے زمانے میں بیت المال میں جو کچھ آتا تھا، آپ حضورؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ تمام مال لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

وفات۔ آپ مسلمانوں کے لیے دن رات کام کرتے رہے، جس کی وجہ سے آپ کی صحت خراب ہوگئی اور آپ کو بخار آنے لگا۔ آخر تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی آپ خلیفہ بننے کے بعد دو سال تین ماہ دس دن زندہ رہے۔ آپ کو حضورؐ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت عمر (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ)

حضرت عمرؓ بھی آنحضرتؐ کے قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ بڑے بہادر اور نڈر مسلمان تھے۔ اگر کسی بات کو صحیح سمجھتے تو فوراً قبول کر لیتے۔ حضورؐ حضرت عمرؓ کو ان کی بہادری اور سچائی کی وجہ سے بہت پسند فرماتے تھے۔ رسول کریمؐ نے آپ کو فاروق کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

قبول اسلام۔ حضرت عمرؓ شروع میں اسلام کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے ایک دن حضورؐ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا اور ننگی تلوار لے کر گھر سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں معلوم ہوا کہ ان کی بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ فوراً ان کے گھر پہنچے۔ اندر سے قرآن شریف کی تلاوت کی آواز آرہی تھی۔ حضرت عمرؓ پہلے تو ان پر سخت ناراض ہوئے ۔ جب غصہ دور ہوا تو کہنے لگے تم لوگ جو کچھ پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔ جب قرآن کی چند آیات آپ نے سُنیں تو دل پر بڑا اثر ہوا۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں اسلام قبول کر لیا۔ حضورؐ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر بہت خوش ہوئے۔ پہلے مسلمان چھپ کر نماز پڑھتے تھے، اب وہ کھلم کھلا نماز ادا کرنے لگے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ ایمان لا چکے تھے اور کافروں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے ساتھ سب جنگوں میں حصہ لیا۔ حضورؐ اکثر اوقات مختلف کاموں میں حضرت عمرؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

خلافت۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے آپ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ آپ کے دور میں اسلام کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ شام۔ مصر، ایران اور مکران کے علاقے فتح ہوئے۔ آپ نے اپنی سلطنت کا بہت اچھا انتظام کیا۔ آپ ہمیشہ نیک دل، ایماندار اور قابل صحابہ کو گورنر مقرر فرماتے۔ آپ نے آبپاشی کے لیے نہریں کھدوائیں۔ مسافروں کے لیے مسافر خانے تعمیر کرائے۔ آپ ہر ایک سے پورا پورا انصاف کرتے۔ چاہے وہ مسلمان ہوتا یا کافر۔

سیرت۔ آپ کو رعایا کی خوشحالی اور حفاظت کا بہت خیال تھا۔ آپ رات کو بھیس بدل کر گلی کوچوں کے چکر لگاتے تاکہ معلوم کر سکیں کہ کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں۔

روزانہ فجر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتے اور لوگوں کی شکایات سنتے۔

شہادت۔ آپ کی خلافت کے دسویں سال تریسٹھ سال کی عمر میں ایک غلام ابو لولو فیروز نے خنجر مار کر آپ کو زخمی کر دیا۔ آپ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے اور آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان مکّے کے ایک ممتاز تاجر تھے۔ جب آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بتایا کہ حضورؐ نے اسلام کی دعوت دی ہے تو اسی وقت آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت حضرت عثمان کی عمر چونتیس سال تھی۔

حضرت عثمانؓ آنحضرتؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ آنحضرت بھی حضرت عثمانؓ سے بہت پیار کرتے تھے۔ یکے بعد دیگرے آنحضرتؐ کی دو صاحبزادیوں کا نکاح آپ کے ساتھ ہوا اس لیے آپ کو ذو النّورین بھی کہتے ہیں۔ یعنی "دو نور والے" حضرت عثمانؓ نے تقریباً تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ حصہ لیا۔

خلافت۔ آپ کو حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ منتخب کیا گیا۔ آپ کے زمانے میں بہت سے علاقے فتح ہوئے اور مسلمانوں کی حکومت دور دور تک پھیل گئی۔

آپ نے رعایا کی بہتری کے لیے بڑے اچھے اچھے کام کیے۔ کئی پل، سڑکیں اور مسافر خانے تعمیر کرائے۔ ان کے علاوہ کنوئیں بھی کھدوائے تاکہ لوگوں کو آسانی سے پانی مل سکے۔ آپ نے مسجد نبوی کو ازسر نو تعمیر کرایا اور کشادہ بنوایا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ نماز باجماعت ادا کر سکیں۔ آپ نے قرآن کریم کی صحیح نقلیں کروائیں ان کو اسلامی سلطنت کے تمام علاقوں میں بھیج دیا اور اس طریقے سے کلام اللہ کو دنیا میں پھیلایا۔

سیرت۔ آپ بہت نیک اور نرم دل انسان تھے۔ آپ بہت سخی تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا خدا کی راہ میں دے دیتے اسی لیے آپ عثمان غنی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی عادت تھی کہ ہر جمعہ کو ایک غلام خرید کر آزاد کر دیتے۔ غریبوں، یتیموں کی پرورش اپنی جیب سے کرتے۔ قرآن پاک سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ کو جب بھی وقت ملتا قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔

شہادت۔ آپ کی نرمی کی وجہ سے کچھ شرارت پسند لوگ ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے

تھے. جب آپ نے ان کو روکا تو وہ آپ کی جان کے دشمن بن گئے اور آپ کو شہید کرنے کے لیے تیار ہو گئے. ان شرپسندوں کو حضرت علیؓ اور دوسرے صحابیوں نے بہت سمجھایا. لیکن انھوں نے کسی کی بھی بات نہ مانی. ایک روز جب آپ کلام پاک کی تلاوت فرما رہے تھے تو آپ کے مکان میں داخل ہو کر آپ کو شہید کر دیا. اس وقت آپ کی عمر بیاسی سال تھی.

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہُ

حضرت علیؑ، آنحضرتؐ کے چچا حضرت ابو طالب کے بیٹے تھے. انھوں نے آنحضورؐ کی نگرانی میں پرورش پائی. ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ سے حد محبت تھی.

قبول اسلام. بچوں میں آپ سب سے پہلے حضورؐ پر ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر تقریباً بارہ سال تھی. آپ بہت بہادر تھے. چنانچہ حضورؐ ہجرت کی رات آپ ہی کو اپنے بستر پر لٹا کر مدینہ تشریف لے گئے. آنحضورؐ کے زمانے میں آپ نے تمام غزوات اور جنگوں میں حصہ لیا. اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے. قلعہ خیبر بھی آپ ہی نے فتح کیا تھا. آپ کو آنحضورؐ نے بہادری کے سبب "اسد اللہ" کا خطاب عطا فرمایا. اس کے معنی ہیں اللہ کا شیر.

حضورؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؑ کو آپ کے نکاح میں دیا تھا. حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام آپ کے صاحبزادے تھے. حضرت علیؑ دینی اور دنیوی بصیرت رکھتے تھے. پہلے تینوں خلفاء اکثر معاملات میں آپ سے مشورہ لیتے تھے.

خلافت حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد آپ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے. آپ کے زمانے میں مسلمانوں کے درمیان کچھ اختلافات پیدا ہو گئے. آپ نے بے حد کوشش کی کہ مسلمان آپس کے جھگڑے ختم کر دیں اور ایک دوسرے کے بھائی بن جائیں.

لیکن اکثر لوگوں نے آپ کی بات نہ مانی۔

سیرت۔ آپ بہت بہادر اور دلیر تھے۔ آپ کو علم و فضل میں ملکہ حاصل تھا۔ آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ"۔

آپ بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کے در سے کوئی سوالی خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ حالانکہ خود کئی کئی روز فاقہ کر کے گذار دیتے۔ حضرت علیؓ اکثر روزے رکھتے اور زیادہ تر وقت اللہ کی یاد میں گزارتے تھے۔

شہادت۔ حضرت علیؓ ایک صبح کوفہ کی مسجد میں نماز پڑھانے جا رہے تھے، کہ ایک دشمن نے آپ پر خنجر سے حملہ کر دیا۔ اس وار سے آپ شدید زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہو سکے۔ آخر کار ۲۱ رمضان المبارک کو شہادت پائی۔

قائداعظم محمد علی جناح

قائداعظمؒ کا اصلی نام محمد علی جناح تھا۔ چونکہ آپ مسلمانوں کے بہت بڑے لیڈر تھے۔ اس لیے قوم نے آپ کو قائداعظم کا لقب دیا۔ آپ ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔

دسویں جماعت تک تعلیم کراچی کے "سندھ مدرسہ" میں حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے، جہاں سے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ آپ نے اپنی محنت، لیاقت اور قابلیت کی بدولت بڑا نام پیدا کیا۔ ان دنوں برصغیر پاک و ہند پر انگریز قابض تھے اور انگریزوں کا سلوک مسلمانوں سے اچھا نہ تھا۔ مسلمانوں کے لیے اچھی اور اعلیٰ ملازمتیں حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ قائداعظمؒ کی خواہش یہ تھی کہ مسلمان آزاد ہو جائیں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے مسلمانوں کو متحد کیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر اپنی جد و جہد تیز کر دی۔ مسلم لیگ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا جس کی صدارت قائداعظمؒ نے کی۔ اس جلسہ میں فیصلہ کیا گیا کہ برصغیر کے جن علاقوں

ہیں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں مسلمانوں کی حکومت ہوگی اور اس ملک کا نام پاکستان ہوگا۔ ہم ہر سال اس موقع کی یاد میں ۲۳ مارچ کو "یوم پاکستان" مناتے ہیں۔ اس روز عام تعطیل ہوتی ہے۔ حکومت پاکستان نے اس مقام پر جہاں یہ جلسہ منعقد ہوا تھا، ایک مینار بنایا ہے، جس کو "مینار پاکستان" کہتے ہیں۔

قائد اعظمؒ نے مسلمانوں کو آزادی دلانے کے لیے دن رات کام کیا اور آخر کار ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ کی محنت کا ثمر پاکستان کی صورت میں ملا۔

ہر سال ۱۴ اگست کا یہ دن ملک بھر میں بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن خاص پروگرام پیش کرتے ہیں۔ ان پروگراموں میں قائد اعظم کے حالات زندگی اور ان کے کارناموں کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے اور ملک بھر کی ترقی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اخبارات آزادی نمبر کے نام سے خاص نمبر شائع کرتے ہیں۔ صبح کے وقت اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی ہے۔ رات کو آزادی کی خوشی میں چراغاں ہوتا ہے۔

قائد اعظمؒ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ آپ نے پاکستان کی بہتری کے لیے دن رات کام کیا اور آرام بالکل نہیں کیا اور آخر کار ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو وفات پا گئے۔

پاکستان کے لوگوں کو آپ سے بے حد محبت ہے۔ آپ کو کراچی میں دفن کیا گیا۔ جہاں اب ایک شاندار مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ لوگ وہاں جا کر پھول چڑھاتے ہیں۔ اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ قائد اعظم نے برصغیر کے مسلمانوں پر جو بہت بڑا احسان کیا ہے اسے ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔

حضرت میاں عبدالحکیم رحمتہ اللہ علیہ

عرف نانا صاحب

اللہ کے نیک بندے ہر ملک اور ہر زمانے میں پیدا ہوئے ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد یہ

رہا ہے کہ وہ راستے سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائیں. ایسی ہی بزرگ ہستیوں میں ایک بزرگ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے.

میاں صاحب ایک بہت ہی غریب گھرانے میں ضلع پشین کے ایک چھوٹے سے گاؤں "خانوزئی" میں پیدا ہوئے. آپ کے والد محترم کا نام سکندر شاہ تھا جو بہت غریب شخص تھے اور بھیڑ بکریاں چرا کر اور محنت مزدوری کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے.

میاں صاحب کو بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا شوق تھا. مگر خانوزئی جیسے چھوٹے سے گاؤں میں ایسا کوئی مدرسہ یا استاد نہیں تھا. چنانچہ حصول علم کے شوق میں آپ افغانستان چلے گئے اور علم حاصل کرنا شروع کر دیا. مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ پشاور آ گئے. اس زمانے میں پشاور میں بڑے بڑے عالم اور بزرگ موجود تھے. ان علماء میں ایک بزرگ حضرت مولانا عبدالغفور خاص طور پر مشہور تھے. آپ نے ان سے جلد ہی ظاہری اور باطنی علوم میں کمال حاصل کر لیا اور اپنے محترم استاد کی اجازت سے قندھار کی طرف تشریف لے گئے. اس زمانے میں وہاں شاہ حسین خلجی کی حکومت تھی. آپ جب قندھار پہنچے تو اپنے علم و فضل کی وجہ سے بہت جلد مشہور ہو گئے اور علاقے کے لوگ آپ کے معتقد ہو گئے. شاہ حسین خلجی کی فوج کے سینکڑوں فوجی بھی آپ کے مرید ہو گئے. میاں صاحب کی شہرت اور لوگوں کی عقیدت مندی دیکھ کر شاہ حسین ان سے بدگمان ہو گیا. اور انہیں قندھار سے نکل جانے کا حکم دیا. چنانچہ میاں صاحبؒ قندھار سے نکل کر لاہور تشریف لائے.

اس زمانے میں لاہور میں ایک عالم اور اللہ والے بزرگ میاں اللہ یار لاہوری بہت مشہور تھے. کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر ان سے فیض حاصل کیا.

آپ بہت نیک، عالم باعمل، صاحب کرامت اور انتہائی متقی اور پرہیزگار تھے. ہر وقت وہ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی تعلیم

یتے اور دین اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔

قانون قدرت کے مطابق آخر کار اس بزرگ ہستی نے ۱۱۴۲ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا مزار چٹیالی شریف میں ہے۔ جہاں سے آج بھی فیض کا چشمہ جاری ہے اور ہزاروں عقیدت مند آپ کے مزار پر حاضری دے کر اب بھی فیض حاصل کرتے ہیں۔ مزار پر ملک کے ہر حصے سے اس قدر لوگ حاضری دیتے ہیں کہ ہر وقت ایک میلہ سا لگا رہتا ہے اور ہر طرف سے قرآن خوانی کی آواز آتی رہتی ہے اور لوگ فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ

برصغیر پاک و ہند میں جس طرح علما نے تبلیغ اسلام اور دین کو پھیلانے کی خدمات انجام دی ہیں۔ اسی طرح صوفیاء اور اولیاء نے بھی اپنے طریقے سے اسلام کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا ہے۔ ان صوفیاء کے پاس علم ظاہری کی دولت بھی تھی اور علم باطنی سے بھی مالامال تھے۔ وہ تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم کی تعلیم بھی دیتے تھے اور اُن لوگوں کی روحانی اور باطنی قوتوں کو بھی چمکاتے اور بڑھاتے تھے۔ برصغیر پاک و ہند کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں تھا۔ جہاں ان بزرگانِ دین اور صوفیاء نے لوگوں کو اسلامی تعلیمات نہ دی ہوں۔ بلکہ وہ ایسے ایسے مقامات پر بھی پہنچے جہاں پہنچنا انتہائی دشوار تھا۔ اور وہاں پہنچ کر انھوں نے لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف بلایا اور انھیں ایک سچا اور پکا مسلمان بنا دیا۔

ایسے ہی بزرگوں میں ایک بزرگ سید عبداللہ بھی تھے۔ آپ ۱۲۰۲ ہجری میں عراق کے ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئے اور خاندانی دستور کے مطابق ابتدائی دینی تعلیم وہیں حاصل کی۔ چونکہ آپ کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا، اس لیے آپ نے مختلف ملکوں کا سفر کر کے بڑے عالموں سے علم حاصل کیا۔ آپ کو سیاحت کا بھی بہت شوق تھا۔ چنانچہ آپ نے یورپ اور افریقہ کی بھی سیاحت کی اور وہاں کے عالموں سے بھی ملاقات

کی۔ واپسی پر آپ ترکی، ایران اور افغانستان کے عالموں سے ملے اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا۔ افغانستان سے آپ مکران پہنچے اور کچھ عرصہ گزارنے کے بعد باغبانہ ضلع خضدار میں آگئے اور وہیں قیام فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ حج سے فارغ ہو کر آپ مدینہ طیبہ پہنچے اور چودہ سال تک مدینہ میں قیام کیا اور ہر سال حج بھی کرتے رہے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد کے وقت مسجد نبوی میں آجاتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ آپ نے مدینہ شریف کے علماء کی مجلسوں میں بیٹھ کر بھی فیض حاصل کیا۔

چودہ سال کی طویل مدت مدینہ منورہ میں گذار کر اور دربار حبیبؐ میں مسلسل حاضری دے کر آپ باغبانہ واپس تشریف لے آئے۔ آپ اکثر سندھ اور کچھی کے علاقوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو بھلائی اور نیکی کی باتیں بتاتے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ اور کچھی میں آپ کے سلسلے سے عقیدت رکھنے والے بہت کثرت سے ہیں۔ اس علاقے کے لوگوں میں آپ حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ ساتھ ملا دیا جاوے

آپ کی مادری زبان عربی تھی۔ اس کے علاوہ ترکی، فارسی، چینی، پشتو، سندھی، براہوی اور دوسری کئی زبانیں بھی جانتے تھے۔

آپ نے ایک سو بیس سال کی طویل عمر پائی اور ۴۔ شوال ۱۳۲۲ ہجری کو کرخ میں وفات پائی۔ آپ کے جسم مبارک کو آپ کے خلیفہ عطا محمد نے فیروز آباد میں لا کر سپرد خاک کیا۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کے بیٹوں سید غلام محی الدین شاہ اور سید انور شاہ نے آپ کی قبر پر ایک نہایت خوبصورت گنبد تعمیر کرایا۔

آپ کے مزار پر ہر سال عرس ہوتا ہے۔ جس میں دور دراز کے علاقوں سے عقیدت مند آکر شامل ہوتے ہیں۔ قوالی کی محفلیں بھی ہوتی ہیں۔ عرس میں شریک ہونے والوں کو کھانا دربار کے لنگر سے کھلایا جاتا ہے۔ آپ کا فیض آپ کی وفات کے بعد بھی آج تک جاری ہے۔

تیار کردہ :- بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ ۔ منظور شدہ
محکمۂ تعلیم حکومت بلوچستان بطور واحد نصابی کتاب برائے
صوبہ بلوچستان
مطابق نوٹیفکیشن نمبر :- 70 - 8068 / 72E-II / 12-14 مورخہ 75-9-29
قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سرزمین کا نظام قوتِ اخوتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد
پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

23909

کوڈ نمبر S.S.IV/29 سیریل نمبر

تاریخ اشاعت	تعداد	ایڈیشن	قیمت
جنوری 1983ء	28,000	اول	3.94